اداریہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

صدائے دل

اپنی عورتوں اور بچوں کی تعلیم و تربیت کی ضرورت

مردوں کو دینی مسائل سیکھنے سکھانے کے مواقع عورتوں کی نسبت زیادہ ملتے ہیں۔ اگر خود مطالعہ کا شوق نہ بھی ہو تب بھی بہت سی معلومات حاصل ہو جاتی ہیں۔ اس لیے کہ ہر جمعۃ المبارک کو تھوڑا بہت سننے کو مل جاتا ہے۔ گاہے بگاہے جلسے وغیرہ ہوتے رہتے ہیں ان سے بہت کچھ مل جاتا ہے۔ علمائے کرام اور مذہبی لوگوں کی صحبت مل جاتی ہے جس سے کئی مسائل ذہن نشین ہو جاتے ہیں جبکہ عورتوں کو اس طرح کے مواقع بہت کم ملتے ہیں اس لیے دین کے بارے میں عقائد و اعمال کے متعلق عموماً ان کی معلومات کمزور ہوتی ہیں۔ کئی کمزوریاں اور خرابیاں ان کے عقائد و اعمال میں در آتی ہیں۔ مجھے یاد ہے جب میں کالج میں پڑھتا تھا تو اپنے ننھیال میں رہتا تھا۔ گاؤں میں رافضیت کی بیماری موجود تھی۔ یہاں کی بدمذہب عورتیں ایک صحابی رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام گالی کے طور پر استعمال کرتی تھیں۔ ایک دن میں نے سنا کہ میری نانی صاحبہ مرحومہ نے بھی وہی گالی میرے خالہ زاد کو دی حالانکہ وہ صحیح العقیدہ سنی پارسا خاتون تھیں جس پر میں نے انہیں سمجھایا کہ نانی جان یہ نام نبی علیہ السلام کے ایک صحابیؓ کا ہے اور اس طرح کہنا بہت گناہ کی بات ہے تو انہوں نے فوراً توبہ کی اور کہنے لگیں کہ مجھے تو یہ پتہ ہی نہیں تھا۔ اسی طرح میں نے ایک اور قریبی رشتہ دار خاتون کو دیکھا کہ وہ نماز پڑھتے ہوئے دو بڑی غلطیاں کر رہی تھیں تو میں نے ان کی اصلاح کی۔ کہنے کا مقصد یہ ہے کہ ان بے چاری خواتین کو پتہ نہیں ہوتا اس لیے یہ عقائد و اعمال میں غلط فہمیوں کا شکار ہو جاتی ہیں۔ مرد حضرات عموماً اپنی عورتوں کو مسائل بتانے اور سکھانے کا خاص اہتمام نہیں کرتے جس کی وجہ سے یہ غلطیاں ہوتی ہیں لہٰذا ہم سب مردوں کو اپنے خاندان کی خواتین بالخصوص اپنی محرم خواتین کو دینی مسائل کی تعلیم گاہے بگاہے ضرور دیتے رہنا چاہیے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ قیامت کے دن ان کے ان گناہوں کا بوجھ مردوں پر آن پڑے۔

اسی طرح اپنے بچوں کو بھی دینی مسائل سکھانے کی طرف توجہ کرنی چاہیے۔ بعض مسائل بچے دیکھ سن کر از خود اپنا لیتے ہیں اور ان میں کوئی نہ کوئی غلطی رہ جاتی ہے جو آگے چل کر پختہ ہو جاتی ہے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے بھی ہمیں یہی حکم فرمایا ہے کہ ''قُوا اَنۡفُسَکُمۡ وَ اَھۡلِیۡکُمۡ نَارًا'' یعنی بچاؤ اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو

آگ سے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں قرآن و سنت تعلیمات پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔

حضرت پیر علاؤ الدین صدیقی رحمۃ اللہ علیہ کا وصال پُر ملال

عالم اسلام کی عظیم روحانی شخصیت، یادگارِ اسلاف، عالم با عمل حضرت پیر علاؤ الدین صدیقی سجادہ نشین آستانہ عالیہ نیریاں شریف مورخہ ۴ فروری ۲۰۱۷ء بروز جمعۃ المبارک برطانیہ میں طویل علالت کے بعد قضائے الٰہی سے رحلت فرما گئے ہیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُون۔ آپ کے وصال سے عالم اسلام ایک عظیم مصلح اور ایک عظیم مبلغ سے محروم ہو گیا ہے۔ آپ کے اٹھ جانے سے ایک ایسا خلا پیدا ہو گیا ہے جس کا پر کرنا ناممکن نظر آتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو گوناں گوں اوصاف سے نواز رکھا تھا۔ آپ ایک ہمہ جہت اور منفرد شخصیت کے مالک تھے۔ آپ پابند شرع، پیر طریقت، عالم با عمل، معتبر عالم دین، دلنواز خطیب، لاجواب منتظم اور سحر انگیز شخصیت کے مالک تھے۔ باطنی کمالات کے ساتھ ساتھ اللہ کریم نے ان کو ظاہری حسن و جمال اور ایسے پُر نور چمکتے دمکتے چہرہ مبارک سے نواز رکھا تھا کہ جسے دیکھ کر خدا یاد آ جاتا تھا۔ اسلام کی ترویج و اشاعت کے لیے انہوں نے بے مثال خدمت سرانجام دی ہیں۔ برطانیہ میں نور ٹی وی اور محی الدین اسلامیہ یونیورسٹی آزاد کشمیر آپ کا بہت بڑا کارنامہ ہے۔ میڈیکل کالج، ٹیچنگ ہاسپٹل اور کئی دینی مدارس قائم فرمائے۔ دیگر کئی اداروں اور تنظیموں کے بانی تھے۔ ان کی تعداد ستر تک جا پہنچتی ہے۔ یقیناً پیر صاحب ایک عہد ساز شخصیت تھے۔ اتنا پر اثر خطاب فرماتے کہ دلوں میں اتر جاتا۔ مثنوی مولانا روم پر مکمل عبور رکھتے تھے۔ جب مثنوی شریف کی تشریحات و تصریحات بیان فرماتے تو سامعین مسحور و مسرور کیفیت میں مبتلا ہو جاتے تھے۔ پیر صاحب کے خطابات عشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بھرپور ہوتے تھے۔ انہوں نے اپنے مریدین اور متوصلین کی تربیت بہت ہی احسن انداز میں فرمائی۔ اپنی اولاد اور بھائیوں کی تعلیم و تربیت پر بھی بھرپور توجہ دی۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے دونوں بیٹے اور بھائی باقاعدہ فارغ التحصیل عالم دین ہیں۔ پیر صاحب کی زندگی عہدِ حاضر کے تمام علماء اور مشائخ کے لیے ہر پہلو سے مشعل راہ ہے۔ شریعت و طریقت کا یہ درخشندہ ستارہ دنیا سے جانے کے بعد بھی اپنا نور بکھیرتا رہے گا۔

دعا ہے اللہ تعالیٰ قبلہ پیر صاحب کو کروٹ کروٹ جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے اور ان کے صاحبزادگان، مریدین اور متعلقین کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین۔

افضل شاہد اعوان

مدیر اعلیٰ (سہ ماہی البرھان الحق)

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

افضلیت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ احادیث کی روشنی میں

علامہ قاری محمد طیب نقشبندی

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے تمام صحابہ رضی اللہ عنہم تمام امت بلکہ انبیاء کرام علیہم السلام کے بعد تمام مخلوق سے افضل ہونے پر احادیث صحیحہ کی تعداد اتنی زیادہ ہے کہ احاطہ میں لانا مشکل ہے۔ اس لیے میں اس جگہ بنظر اختصار صرف صحاح ستہ سے احادیث لانے کا التزام کروں گا کہ مقصد صرف اتمام حجت ہے' ذخیرہ حدیث جمع کرنا نہیں' اور جسے بخاری ومسلم اور دیگر کتب سحاح ستہ کی احادیث مطمئن نہ کرسکیں اسے مزید کوئی حدیث پیش کرنا عبث ہے۔ پہلے میں بخاری ومسلم کی احادیث لاؤں گا پھر دیگر صحاح اربعہ کی۔

نبی کریم ﷺ کا آخری وقت میں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے بارے میں خطبہ افضلیت:

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کو خطبہ ارشاد فرمایا اور فرمایا اللہ نے ایک بندہ کو اختیار دیا کہ وہ دنیا میں رہے یا اللہ کے پاس چلا جائے تو اس بندہ نے اللہ کے ہاں چلے جانا پسند کرلیا۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ یہ سن کر رونے لگے' ہمیں ان کے رونے پر تعجب ہوا کہ رسول اللہ ﷺ تو کسی بندے کے بارے میں فرمارہے ہیں کہ اسے اختیار دیا گیا۔ اس میں رونے کی کیا بات ہے مگر اصل میں اس بندے سے خود رسول اللہ ﷺ مراد تھے (آپ ﷺ کو اللہ نے دنیا میں رہنے یا اللہ کے ہاں چلے جانے کا اختیار دیا تو آپ ﷺ نے اللہ کے پاس جانے کا ارادہ فرمالیا' تو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ یہ سمجھ کر کہ وصال نبوی کا وقت قریب آگیا ہے' رو پڑے) تو ابوبکر ہم سب سے زیادہ علم والے تھے۔
اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اِنَّ اَمَنَّ النَّاسِ عَلَیَّ فِیْ صُحْبَتِهٖ وَمَالِهٖ اَبُوْبَکْرٍ وَلَوْ کُنْتُ مُتَّخِذًا غَیْرَ رَبِّیْ لَاتَّخَذْتُ اَبَابَکْرٍ خَلِیْلًا وَلٰکِنْ اُخُوَّةُ الْاِسْلَامِ وَمُوَدَّتُهٗ لَا یَبْقَیَنَّ فِی الْمَسْجِدِ بَابٌ اِلَّا سُدَّ اِلَّا بَابَ اَبِیْ بَکْرٍ۔ بے شک مجھے تمام انسانوں میں اپنی صحبت اور اپنے مال کے ذریعے سب سے زیادہ سکون دینے والا شخص ابوبکر ہے' اور اگر میں اپنے رب کے سوا کسی کو خلیل بناتا تو ابوبکر کو خلیل بناتا مگر وہ اسلام میں میرا بھائی اور دوست ہے۔ مسجد میں کھلنے والا کوئی دروازہ بند کرنے سے نہ چھوڑا جائے مگر ابوبکر کا دروازہ کھلا رکھا

جائے۔ (بخاری کتاب الفضائل' باب ۲' ص ۲۹۷' مسلم شریف' کتاب الفضائل حدیث ۲' ص ۱۰۹۷)

یہ حدیث کئی وجوہ سے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا تمام صحابہ رضی اللہ عنہم سے افضل ہونا بتارہی ہے۔

اول: نبی کریم ﷺ کی بات کو ان کے سوا کوئی نہ سمجھ سکا' اس لیے ان کے سوا کوئی نہ رویا اور ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کو کہنا پڑا کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ ہم سب سے زیادہ علم والے تھے۔ گویا آپ محرم راز نبوت تھے اور یہ آپ کی رسول خدا ﷺ سے نہایت قربت کی دلیل ہے جو آپ رضی اللہ عنہ کے سوا کسی کو حاصل نہ تھی۔

دوم: زبانِ رسالت کے مطابق جس قدر سکون ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے مال اور ان کی صحبت نے نبی کریم ﷺ کو پہنچایا اتنا کسی دوسرے شخص کے مال اور صحبت نے نہ پہنچایا۔ اس کی تشریح پیچھے گزر چکی کہ ابتداء اسلام میں ایمان لانے والے غلاموں کو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے خرید خرید کر آزاد کیا۔ پھر ہجرت کے دوران صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی صحبت وسنگت اور آپ کا مال نبی ﷺ کے لیے باعث سکون ہوا' پھر غزوہ تبوک میں آپ رضی اللہ عنہ اپنا سارا مال اٹھا کر خدمت نبوی ﷺ میں لے آئے' اس سے قلب نبوی ﷺ کو جو راحت وطمانیت حاصل ہوئی وہ کسی دوسرے شخص کے عمل سے حاصل نہ ہوئی۔ اب وصالِ نبوی ﷺ کا لمحہ قریب ہے اور نبی ﷺ تمام صحابہ رضی اللہ عنہم کے سامنے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی تئیس سالہ خدمت اسلام پر روشنی ڈال کر انہیں صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے افضل قرار دے رہے ہیں۔ تاکہ آپ کے بعد امت ان کا حق خلافت پہچان لے۔

سوم: یہ بھی پتہ چلا کہ نبی کریم ﷺ نے خالق کے بعد مخلوق میں سے جس شخص سے سب سے زیادہ محبت کی وہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں اور اس کی وجہ یہ تھی کہ اللہ کے بعد جس نے آپ ﷺ کے دین کی مدد کی وہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہی تھے۔

چہارم: حدیث کے آخری الفاظ کا مفہوم یہ ہے کہ مسجد نبوی ﷺ کے صحن کے ساتھ کئی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اپنے گھروں کے دروازے کھول رکھے تھے جہاں سے وہ نماز کے وقت مسجد میں داخل ہوکر جماعت میں شامل ہو جاتے تھے۔ خود نبی کریم ﷺ کے حجراتِ شریفہ کی یہی کیفیت تھی۔ آپ ﷺ جس زوجہ مطہرہ کے حجرہ میں جلوہ فرما ہوتے جماعت کے وقت اسی سے نکل کر سیدھے مسجد کے صحن میں داخل ہوجاتے اور امامت فرماتے مگر پھر نمازیوں کی تعداد زیادہ ہوگئی تو نبی کریم ﷺ نے زندگی کے آخری ایام میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے سوا سب لوگوں کے مسجد میں کھلنے والے دروازے بند کرنے کا حکم دیا' ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا دروازہ اس لیے کھلا رہنے دیا گیا کہ وہ وصالِ نبوی

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

ﷺ کے بعد مسجد کے امام بننے والے تھے تو نبی کریم ﷺ کے دروازوں کی طرح ان کا دروازہ بھی کھلا رہنا چاہیے تھا۔ یہ ان کی خلافت کی طرف ایک کھلا اشارہ ہے جو نبی کریم ﷺ وصال سے قبل صحابہ رضی اللہ عنہ کو فرمارہے ہیں۔

نبی کریم ﷺ کا آخری ایام میں یہ فرمانا کہ جس نے مجھے اپنی صحبت اور اپنے مال کے ذریعے سب سے زیادہ سکون دیا وہ ابوبکر ہے' اسے شیعہ مؤرخ مرزا محمد تقی سپہر نے بھی ذکر کیا ہے۔

(ناسخ التواریخ' جلد ۴' ص ۵۰ ۳' مطبوعہ تہران)

نبی کریم ﷺ نے اپنے بعد لوگوں کو ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آنے کا حکم دیا:

جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک عورت نبی کریم ﷺ کے پاس حاضر ہوئی۔ آپ ﷺ نے اسے فرمایا کہ دوبارہ آنا وہ عرض کرنے لگی: ارشاد فرمائیں اگر میں دوبارہ آؤں اور آپ کو نہ پاؤں (یعنی آپ کا وصال ہو چکا ہو) تو کیا کروں؟ آپ نے فرمایا:

اِنْ لَمْ تَجِدِیْنِیْ فَاْتِیْ اَبَابَکْرٍ۔ اگر تم مجھے نہ پاؤ تو ابوبکر کے پاس آجانا۔

(بخاری کتاب الفضائل' ص ۲۹۷' مسلم شریف' ص ۱۰۹۸' کتاب الفضائل' مجموعہ صحاح ستہ مطبوعہ ریاض)

اس حدیث کی طرف گروہ شیعہ کے شیخ علامہ ابوجعفر طوسی نے بھی تلخیص الشافی جلد ۳' صفحہ ۳۹ مطبوعہ قم میں اشارہ کیا ہے اور اسے محض خبر واحد کہہ کر نا قابل حجت قرار دیا ہے حالانکہ خبر واحد جو روایتاً درست ہو قابل حجت ہے۔

یہ حدیث صاف بتا رہی ہے کہ نبی کریم ﷺ اپنے بعد تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہ میں سے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو سب سے افضل اور اپنا جانشین ٹھہراتے تھے۔

مجھے سب مردوں میں سے ابوبکر رضی اللہ عنہ سب سے محبوب تر ہے:

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں: مجھے رسول اللہ ﷺ نے ذات السلاسل کے لشکر کا امیر بنایا تو میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ!:

اَیُّ النَّاسِ اَحَبُّ اِلَیْکَ۔ لوگوں میں سے آپ کو محبوب تر کون ہے؟

آپ نے فرمایا: عائشہ' میں نے کہا: مردوں میں سے آپ کو کون محبوب تر ہے؟ آپ نے فرمایا: عائشہ کا باپ (ابوبکر صدیق)۔ میں نے عرض کیا' اس کے بعد کون؟ فرمایا: عمرؓ اس کے بعد آپ نے متعدد مردوں کا نام لیا۔ (بخاری شریف کتاب الفضائل' باب ۵' ص ۲۹۸)

یہ حدیث افضلیت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پر اتنی واضح دلالۃ النص رکھتی ہے کہ وضاحت کی گنجائش نہیں۔

میں اس پر ایمان رکھتا ہوں اور ابوبکر و عمر رکھتے ہیں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے سنا نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ایک چرواہا بکریاں چرا رہا تھا۔ اس کی بکریوں پر ایک بھیڑیئے نے حملہ کر دیا اور بکری اٹھالی۔

چرواہے نے اس کا پیچھا کیا' بھیڑیا پیچھے پلٹ کر کہنے لگا یہ درندوں کا دن ہے آج میرے سوا اس کا چرواہا کون ہے' اور ایک شخص اپنے بیل پر سامان لادے لے جا رہا تھا تو بیل نے پلٹ کر کہا: مجھے بوجھ اٹھانے کے لیے نہیں کھیتی میں کام کرنے کے لیے پیدا کیا گیا ہے۔ لوگ سن کر کہنے لگے' سبحان اللہ (جانور بھی کلام کرتے ہیں؟) نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ہاں میں اس پر ایمان رکھتا ہوں اور ابوبکر و عمر ایمان رکھتے ہیں۔ (بخاری شریف کتاب الفضائل صفحہ ۲۹۸' مسلم شریف کتاب الفضائل الصحابہ' صفحہ ۱۰۹۸)

حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ کی قدرتوں پر سب سے پہلے میرا ایمان ہے' اس کے بعد ابوبکر و عمر کا' اور بلاشبہ دین میں افضلیت کا معیار ایمان ہے جتنا ایمان مضبوط اتنا درجہ بلند' جب ایمان میں نبی کریم ﷺ کے بعد ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں تو شان میں بھی آپ کے بعد ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں۔ (انبیاء کے سوا)۔

نبی کریم ﷺ نے ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہم کی خلافت خواب میں اپنے بعد دیکھی:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے سنا نبی کریم ﷺ نے فرمایا: میں سویا ہوا تھا میں نے خواب میں خود کو ایک کنوئیں پر دیکھا جس میں ڈول لٹک رہا تھا۔ میں نے اس میں سے جس قدر اللہ نے چاہا پانی نکالا' پھر وہ ڈول ابن ابی قحافہ (ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے پکڑ لیا اور دو یا چند ڈول نکالے اور کمزوری محسوس کرنے لگے' اللہ ان کی کمزوری دور کرے' پھر وہ بڑا ڈول بن گیا تو اسے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے پکڑ لیا اور ایسی طاقت سے پانی نکالا کہ میں نے ان جیسا کوئی طاقتور شخص نہیں دیکھا۔ حتٰی کہ لوگ سیراب ہو گئے۔ (بخاری شریف' کتاب الفضائل باب ۵' ص ۲۹۸)

حدیث میں ڈول سے پانی بھرنا بمعنی زمام اقتدار سنبھالنا ہے۔ پہلے زمام اقتدار خود رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ میں تھی پھر وہ نبوی پیش گوئی کے مطابق ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس چلی گئی۔

اے اُحد ٹھہر جا تجھ پر ایک نبی' ایک صدیق اور دو شہید ہیں:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ اُحد پہاڑ پر تشریف لے گئے' آپ کے

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

ساتھ ابوبکر، عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم تھے۔ اُحد (خوشی سے) ہلنے لگا، نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

اُثْبُتْ اُحُدُ فَاِنَّمَا عَلَیْکَ نَبِیٌ وَ صِدِّیْقٌ وَ شَھِیْدَانِ۔ اے اُحد ٹھہر جا، تجھ پر ایک نبی ہے اور ایک صدیق ہے اور دو شہید ہیں۔ (بخاری شریف، کتاب الفضائل، باب ۵، صفحہ ۲۹۹)

اس کا مفہوم پیچھے واضح ہو چکا کہ قرآن میں صدیقین کا درجہ انبیاء کے بعد ہے اور نبی ﷺ نے جناب ابوبکر رضی اللہ عنہ کے علاوہ کسی کو لقب صدیق عطا نہیں فرمایا، حالانکہ سب صحابہ صدیقین میں ہیں، کیونکہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ صدیقین میں سب سے بلند ہیں اس لیے صدیق ہی ان کا لقب ہو گیا، یہاں سے بھی تمام صحابہ رضی اللہ عنہ پر ان کی افضلیت ظاہر ہے۔

اے ابوبکر! تجھے جنت کے آٹھوں دروازوں سے پکارا جائیگا:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے اللہ کی راہ میں کسی چیز کا جوڑا خرچ کیا، اسے جنت کے مختلف دروازوں سے پکارا جائے گا کہ ادھر آؤ یہ دروازہ بہتر ہے، تو اہل نماز کو نماز کے دروازہ سے اہل جہاد کو جہاد کے دروازہ سے، اہل صدقہ کو صدقہ کے دروازہ سے اور اہل صیام کو باب الریان سے پکارا جائے گا۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ عرض کرنے لگے: یارسول اللہ ﷺ کیا کوئی ایسا شخص بھی ہے جسے جنت کے تمام دروازوں سے بلایا جائے گا؟ آپ نے فرمایا:

نَعَمْ وَ اَرْجُوْ اَنْ تَکُوْنَ مِنْھُمْ۔ ہاں اور اے ابوبکر مجھے امید ہے تم انہیں میں سے ہو۔

ممکن ہے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے سوا بھی صحابہ رضی اللہ عنہ میں سے کسی کو قیامت میں جنت کے تمام دروازوں سے بلایا جائے گا مگر زبان رسالت ﷺ نے اس کا اعلان صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے سوا کسی کے لیے نہیں کیا۔ لہٰذا ان کے لیے یہ فضیلت حتمی ہے اور دوسروں کے لیے ظنی اور حتمی کو ظنی پر فضیلت ہے۔

نبی کریم ﷺ اپنے بعد ہمیشہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا ذکر کرتے تھے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو چارپائی پر لٹایا گیا، انہیں کفن دے دیا گیا اور جنازہ اُٹھنے سے قبل ان کے پاس کھڑے ہو کر ان کے لیے دعا کر رہے تھے۔ میں بھی ان میں کھڑا تھا، اچانک کسی نے پیچھے سے آ کر میرے کندھے پر ہاتھ رکھا اور میں ڈر سا گیا، میں نے مُڑ کر دیکھا تو وہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ تھے۔ پھر وہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے اظہار محبت کرتے ہوئے کہنے لگے: ’’اے عمر! تم اپنے بعد ایسا کوئی شخص چھوڑ کر نہیں جا رہے کہ میں تمنا کروں کہ میرا عمل اس جیسا ہو۔ اللہ کی قسم مجھے یقین ہے کہ اللہ آپ کو اپنے دونوں ساتھیوں (رسول اللہ ﷺ اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ) کے ساتھ

ملائے گا۔ کیونکہ میں نے بارہا نبی کریم ﷺ سے یہ الفاظ سنے کہ آپ فرماتے تھے: میں گیا اور میرے ساتھ ابوبکر و عمر گئے۔ میں آیا اور میرے ساتھ ابوبکر و عمر آئے۔ میں نکلا اور میرے ساتھ ابوبکر و عمر نکلے۔ (یعنی ہر جگہ آپ اپنے ساتھ ابوبکر و عمر کا ذکر کرتے تھے)۔

(بخاری شریف، کتاب الفضائل، باب ۶، ص ۳۰۰)

یعنی بقول علی المرتضیٰ شیر خدا رضی اللہ عنہ نبی ﷺ ہر جگہ ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہ کو اپنے ساتھ رکھتے تھے۔ جہاں جانا آنا ہوتا آپ ﷺ ان دونوں کو خود سے جدا نہیں کرتے تھے لہٰذا وہ جنت میں بھی اکٹھے ہی ہوں گے۔ کیا یہ انکی افضلیت کی دلیل نہیں؟

اللہ عزوجل اور رسول ﷺ اور ابوبکر رضی اللہ عنہ تین ساتھی:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں مجھے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ جب ہم غار میں تھے تو میں نے مشرکین کے قدم اپنے سروں کے اوپر دیکھے، میں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ! اگر یہ لوگ اپنے قدموں کی طرف دیکھیں تو ہم انہیں نظر آ جائیں گے۔ آپ نے فرمایا: **یا ابابکر ماظنک باثنین اللہ ثالثھما۔** اے ابوبکر! تمہارا ان دو ساتھیوں کے بارے میں کیا خیال ہے جن کا تیسرا ساتھی اللہ ہو؟

(مسلم شریف کتاب فضائل الصحابہ، حدیث ۱، ص ۱۰۹۷)

رسول اللہ ﷺ نے اس حدیث میں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا جو قرب بیان فرمایا ہے، یہ کسی اور کے لیے بیان نہیں فرمایا۔ اس سے عقلمند شخص بخوبی نتیجہ نکال سکتا ہے۔

نبی کریم ﷺ نے خلافتِ صدیق کا پروانہ لکھنا چاہا پھر چھوڑ دیا:

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: مجھے رسول اللہ ﷺ نے اپنے مرضِ وصال میں فرمایا: جاؤ اپنے باپ اور بھائی کو میرے پاس بلا لاؤ، تاکہ میں تحریر لکھ دوں، مجھے ڈر ہے کہ کوئی تمنا کرنے والا (ناحق) تمنا کرے اور کہے کہ میں (خلافت) کا زیادہ حقدار ہوں، مگر اللہ اور اہل ایمان ابوبکر رضی اللہ عنہ کے سوا کسی کی (خلافت) نہ مانیں گے۔ (مسلم شریف کتاب فضائل الصحابہ، ص ۱۰۹۸)

گویا رسول اللہ ﷺ نے ایک بار ارادہ فرمایا تھا کہ آپ ﷺ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے لیے پروانہ خلافت لکھ دیں، پھر یہ سوچ کر چھوڑ دیا کہ بحکم الٰہی آپ کے صحابہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے سوا کسی دوسرے شخص کو خلافت نہیں دیں گے لہٰذا پروانہ لکھنے کی ضرورت نہیں۔ لوگ خود ہی سمجھ جائیں گے کہ نبی کریم ﷺ اپنی

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

امت میں قیام حکومت کے لیے شورائی نظام قائم کرنا چاہتے تھے۔ اس لیے صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کا خود اعلان نہ فرمایا' ورنہ حقدار تھے کہ ان کا اعلان کر دیا جاتا اور ان کی موجودگی میں ان کے سوا کوئی دوسرا جانشینیِ مصطفیٰ ﷺ کا حقدار نہ تھا۔

ابوبکر صدیق ؓ ہر نیکی میں سب سے آگے تھے:

حضرت ابوہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ ایک روز نبی کریم ﷺ نے لوگوں سے پوچھا' آج روزہ کس نے رکھا ہے؟ ابوبکر صدیق ؓ نے عرض کیا: میں نے رکھا ہے' آپ نے پھر پوچھا آج کسی نے جنازہ میں شرکت کی ہے؟ ابوبکر صدیق ؓ عرض کرنے لگے' میں نے کی ہے' آپ ﷺ نے پھر پوچھا: کیا آج کسی نے کسی مریض کی عیادت کی ہے؟ ابوبکر ؓ کہنے لگے ہاں میں نے کی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس شخص میں یہ تین خصائل اکٹھے ہو جائیں وہ ضرور جنت میں جائے گا۔

(مسلم شریف' کتاب فضائل الصحابہ' ص ۱۰۹۸)

گویا نبی کریم ﷺ جانتے تھے کہ آج یہ نیکیاں ابوبکر کے سوا کسی نے نہیں کی ہیں۔ اس لیے آپ ﷺ نے انہی کے بارے میں سوال کیا اور بتایا کہ وہ نیکیوں میں سب سے آگے ہیں۔

نبی کریم ﷺ کا ابوبکر صدیق ؓ کو اپنے مصلی پر کھڑے کرنا:

اُم المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ ؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: مری اباابکر یصلی بالناس۔ ابوبکر سے کہو لوگوں کو نماز پڑھائے۔ وہ کہنے لگیں' ابوبکر ؓ نرم دل ہیں۔ جب آپ کی جگہ خالی پائیں گے تو اس پر کھڑے ہوتے ہوئے رو پڑیں گے۔ آپ نے دوبارہ یہی حکم فرمایا' انہوں نے پھر یہی گزارش کی' آپ ﷺ نے پھر یہی حکم فرمایا اور تیسری یا چوتھی بار میں یہ بھی فرمایا: اِنَّکُنَّ صَوَاحِبُ یُوْسُفَ مُرُوْا اَبَابَکْرٍ فَلْیُصَلِّ بِالنَّاسِ۔ تم یوسف علیہ السلام والی عورتیں ہو' جاؤ ابوبکر سے کہو کہ لوگوں کو نماز پڑھائے۔ (بخاری' کتاب احادیث الانبیاء باب ۱۹' ص ۲۷۵)

اصل میں سیدہ عائشہ صدیقہ ؓ بار بار تصدیق کروانا چاہتی تھیں کہ نبی کریم ﷺ ابوبکر صدیق ؓ کے سوا کسی کو اپنے مصلی پر کھڑا نہیں کرنا چاہتے' اس لیے وہ بار بار یہ عرض کرتی تھیں کہ نرم دل ہیں رو پڑیں گے تو آپ نے تین چار بار یہی حکم فرمایا کہ ابوبکر ہی آپ کی جگہ نماز پڑھائیں اور آخری بار آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا کہ تم یوسف علیہ السلام والی عورتوں کی طرح ہو جو زلیخا کو عشق یوسف کا طعنہ دیتی تھیں مگر ان کا اصل مقصد دیدارِ یوسف تھا۔ گویا فرمایا کہ اے عائشہ! تم بھی جو کچھ کہہ رہی ہو اس کا اصل مقصد اور ہے:

''مُرُوْا ابابکر فلیصل بالناس'' ''ابوبکر سے کہو کہ لوگوں کو نماز پڑھائے''۔

یہ حکم نبوی اہل تشیع کی معتبر کتاب درّہ نجفیہ شرح نہج البلاغہ میں ان کے مجتہد شیخ ابراہیم انبلی نے بھی لکھا ہے جس کے الفاظ یہ ہیں:

فَلَمَّا اشْتَدَّ بِهِ الْمَرَضُ اَمَرَ اَبَابَکْرٍ اَنْ یُصَلِّیَ بِالنَّاسِ۔ جب رسول اللہ ﷺ کا مرض شدت اختیار کر گیا تو آپ نے ابوبکر سے کہا کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔

آگے لکھا ہے کہ حکم نبوی ﷺ کے مطابق صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی ﷺ کی موجودگی میں دو دن مسلسل نماز پڑھائی۔ اس کے بعد سرکار کا وصال ہوا۔

(درہ نجفیہ شرح نہج البلاغۃ' ص ۲۲۵' مطبوعہ تہران)

گویا جب شیعہ سنی کا اس پر اتفاق ہو گیا کہ ابوبکر صدیق ؓ ہی کو مصلی رسول پر اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے کھڑا کیا تھا تو ان کی افضلیت پر اس سے عظیم ترین کیا دلیل چاہیے۔

اور امام اسے مقرر کیا جاتا ہے جو علم میں قرات میں تقویٰ وطہارت میں اور اخلاق عالیہ میں سب سے مقدم ہو نا بھی بیان فرمادیا

جنت میں ابوبکر و عمر ؓ کا درجہ آسمانی تاروں جتنا بلند ہوگا:

حضرت ابوسعید خدری ؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' جنت میں بلند ترین درجات والوں کو نیچے والے یوں دیکھیں گے جیسے تم زمین سے آسمان پر چمکنے والے تارے دیکھتے ہو: اَبوبکر و عُمَرُ مِنْھُمَا وَ اَنْعَمَا اور ابوبکر و عمر انہی میں سے ہیں اور ان میں سب سے بہتر ہیں۔

(ترمذی' کتاب المناقب' باب ۲۰۲۸' مجموعہ صحاح ستہ)

گویا ابوبکر و عمر ؓ کا مقام جنت میں سب سے اونچا ہوگا اور ابوبکر صدیق ؓ کا عمر فاروق ؓ سے مقدم ہونا سب کو مسلم ہے' تو ابوبکر صدیق ؓ ہی امت میں سب سے بلند تر اور افضل تر ٹھہرے۔

میں نے سب کے احسانات کا بدلہ دے دیا سوائے صدیق اکبر کے:

حضرت ابوہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس کا مجھ پر کوئی احسان تھا' اس کا بدلہ ہم نے دے دیا ہے' سوا ابوبکر کے' اس کے ہم پر وہ احسانات ہیں جنہیں روز قیامت اللہ ہی چکائے گا اور مجھے کسی کے مال نے اتنا نفع نہیں دیا جتنا ابوبکر کے مال نے دیا ہے۔ اگر میں کسی کو خلیل بناتا تو ابوبکر کو

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

بنا تا مگر تمہارا نبی صرف اللہ کا خلیل ہے۔ (ترمذی کتاب المناقب باب ۱۵ ص ۲۰۲۹)

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ وہ سب سے پہلے آزاد وخود مختار مرد تھے جو اسلام میں داخل ہوئے اور ان کے اسلام لانے سے دوسرے لوگوں کو اسلام لانے کی راہ ملی۔ آپ رضی اللہ عنہ نے مسلمان غلاموں کو خرید کر اور آزاد کر کے اسلام کو اپنے پاؤں پر کھڑا ہونے میں بنیادی مدد دی۔ آپ کی تبلیغ سے عثمان غنی، سعد بن ابی وقاص اور سعید بن زید جیسے اہم افراد ابتداء میں اسلام لائے پھر ہجرت میں آپ رضی اللہ عنہ کا بھر پور تعاون، پھر ہر موقع پر مالی، جانی قربانی کے لیے آپ کا ہر وقت تیار رہنا اور ایسے ہی اسلام پر ان کے احسانات اتنے عظیم ہیں کہ ان کا بدلہ نبی ﷺ روز قیامت انہیں دلوائیں گے۔ اصل میں بلاشبہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ساری امت سے افضل ہیں۔

جس قوم میں ابو بکر رضی اللہ عنہ ہوں وہاں کسی دوسرے کو امامت کرنے کا حق نہیں:

اُم المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

لَا یَنْبَغِی لِقَوْمٍ فِیْهِمْ اَبُوْ بَکْرٍ اَنْ یَؤُمَّهُمْ غَیْرُہٗ۔ جس قوم میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ موجود ہوں وہاں آپ کے سوا کسی دوسرے کا حق نہیں کہ امامت کرے۔ (ترمذی کتاب المناقب باب ۱۶ ص ۲۰۳۰)

امام ترمذی فرماتے ہیں یہ حدیث حسن غریب ہے۔

لوگو! میرے بعد ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہم کی اقتداء کرنا:

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''اِقْتَدُوْا بِالَّذِیْنَ مِنْ بَعْدِیْ اَبُوْ بَکْرٍ وَّ عُمَرَ''۔ جو لوگ مرے بعد ہیں ان کی اقتداء کرو یعنی ابو بکر و عمر کی۔ (ترمذی کتاب المناقب باب ۶ ص ۲۰۲۹)

امام ترمذی نے یہ حدیث پانچ مختلف اسناد کے ساتھ روایت کی ہے اور اسے حدیث حسن قرار دیا ہے۔

اس حدیث کا معنی کئی طرح کیا جا سکتا ہے۔ یہ بھی کہ جب میں غیر موجود ہوں تو ابو بکر و عمر سے بات پوچھو اور اس پر عمل کیا کرو۔ یہ بھی کہ میرے بعد ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہم کا درجہ ہے لہٰذا ان کی اقتداء کرو اور یہ بھی کہ میرے دنیا سے پردہ کرنے کے بعد ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہ کی اقداء کرو۔

ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہ جنتی بوڑھوں کے سردار ہیں:

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہم کے لیے فرمایا:

''هٰذَانِ سَیِّدَا کُهُوْلِ اَهْلِ الْجَنَّةِ مِنَ الْاَوَّلِیْنَ وَ الْاٰخِرِیْنَ اِلَّا النَّبِیِّیْنَ وَ الْمُرْسَلِیْنَ لَا تُخْبِرْ هُمَا یَا عَلِیُّ'' یہ دونوں تمام پہلے اور پچھلے جنتی بوڑھوں کے سردار ہیں سوا انبیاء و مرسلین کے، اے علی! ان کو خبر نہ کرنا۔ (ترمذی کتاب المناقب باب ۶ ص ۲۰۲۹)

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں! اس کا ایک معنیٰ یہ ہے کہ جو اہل جنت دنیا میں چالیس برس سے زائد ہو کر فوت ہوئے، جنت میں ان کے ابو بکر و عمر سردار ہونگے اور یا یہ کہ بڑھاپا عقل و تدبر کی علامت ہے...... تو گویا ابو بکر ان تمام اہل تدبر کے سردار ہیں جنہیں جنت حاصل ہونے والی ہے (سوائے انبیاء کے) یعنی مؤمنین۔ (حاشیہ ترمذی مطبوعہ کراچی)

ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہ کے سوا کوئی نبی کریم ﷺ کی طرف نظر اٹھا کر نہیں دیکھ سکتا تھا:

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب اپنے مہاجرین و انصار صحابہ رضی اللہ عنہم کے پاس تشریف لاتے اور ان میں ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہم بھی ہوتے تو کوئی آپ ﷺ کے چہرہ کی طرف نظر نہیں اٹھا سکتا تھا، سوا ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہم کے، وہ دونوں آپ ﷺ کی طرف دیکھتے، آپ ان کی طرف دیکھتے۔ وہ آپ ﷺ کو دیکھ کر مسکراتے آپ ﷺ انہیں دیکھ کر مسکراتے۔

(ترمذی کتاب المناقب باب ۶ ص ۲۰۲۹)

روزِ قیامت میں اور ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہم ہاتھوں میں ہاتھ ڈال کر اُٹھیں گے:

عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک روز مسجد میں تشریف لائے۔ ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہم بھی آپ کے ساتھ تھے۔ ایک آپ ﷺ کے دائیں طرف دوسرا بائیں طرف۔ آپ ﷺ نے دونوں کے ہاتھ پکڑے ہوئے تھے۔ آپ نے فرمایا:

''هٰکَذَا نُبْعَثُ یَوْمَ الْقِیَامَةِ'' ہم تینوں روز قیامت ایسے ہی اٹھائے جائیں گے۔

(ترمذی کتاب المناقب ص ۲۰۳۰)

سرکار دو عالم ﷺ کا یہ ارشاد گویا ایک پیش گوئی تھا کہ ہم تینوں کی قبریں ایک ساتھ ہوں گی اور ہم روزِ قیامت اکٹھے اُٹھیں گے اور ایسے ہی ہوا۔

میرے دو وزیر زمین پر ہیں اور دو آسمان پر:

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہر نبی کے دو وزیر زمین پر

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

ہوتے ہیں اور دو وزیر آسمان پر جب کہ میرے آسمان پر دو وزیر جبریل ومیکائیل ہیں اور زمین پر دو وزیر ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہم ہیں ۔ (ترمذی' کتاب المناقب' ص ۲۰۳۱' مجموعہ صحاح ستہ مطبوعہ ریاض)

امام ترمذی فرماتے ہیں یہ حدیث حسن غریب ہے (غریب کا مفہوم یہ ہے کہ اس کی ایک ہی سند ہے زیادہ نہیں اور حسن بایں معنی کہ یہ سند قابل حجت ہے)۔

روز قیامت سب سے پہلے میں قبر سے اُٹھوں گا پھر ابوبکر پھر عمر رضی اللہ عنہم:

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''اَنَا اَوَّلُ مَنْ تَنْشَقُّ عَنْهُ الْاَرْضُ ثُمَّ اَبُوْبَكْرٍ ثُمَّ عُمَر''۔ سب سے پہلے میری قبر پھٹے گی (اور میں باہر آؤں گا) پھر ابوبکر، پھر عمر، پھر اہل بقیع کے پاس آؤں گا وہ میرے ساتھ جمع ہو جائیں پھر میں اہل مکہ کا انتظار کروں گا حتیٰ کہ مجھے حرمین کے درمیان سے اٹھایا جائے گا۔

(ترمذی' کتاب المناقب' ص ۲۰۳۲' باب ۷)

اس حدیث سے وضاحت ہوگئی کہ ابوبکر وعمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مشترکہ فضائل میں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا درجہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے زائد ہوتا ہے کیونکہ وہ ان سے بدرجہا افضل ہیں تاہم وہ دونوں مجموعی طور پر ساری امت سے افضل ہیں۔

ہم احادیث کی فصل انہی اکیس احادیث پر ختم کرتے ہیں۔ یہ احادیث صحیحہ صرف بخاری ومسلم اور ترمذی سے لی گئی ہیں۔ کسی اور کتاب سے نہیں اور صحاح ستہ میں یہ تینوں باقی کتب سے قوی تر ہیں پھر ان میں بخاری ومسلم اور ترمذی بالترتیب اول دوم سوم کے درجہ پر ہیں۔

(بشکریہ: ماہنامہ ''انوار لاثانی'' جون ۲۰۰۸ء)

اللہ تعالیٰ کہاں ہے؟

ابو اسامہ ظفر القادری بکھروی

الحمدللہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ سید المرسلین، اما بعد!

غیر مقلدین حضرات نے آج کل اللہ رب العزت جل جلالہ کی ذات پاک کے حوالے سے سادہ لوح عوام میں شکوک شبہات پھیلا رکھے ہیں اور ایسے نظریات واشکالات پیش کر رہے ہیں جن سے عوام الناس کے عقائد میں فساد پیدا ہو سکتا ہے۔

ماہنامہ ''الحدیث'' اور ''السنۃ'' جہلم نے اس عنوان کے تحت کہ ''اللہ کہاں ہے؟'' یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ اللہ تعالیٰ عرش پر موجود ہے اور اہل سنت کے عقیدے کو گمراہی قرار دیا ہے، لہٰذا دوستوں کے اصرار پر آسان الفاظ میں ایک گفتگو کی شکل میں اس مسئلہ پر یہ تحریر پیش خدمت ہے اہل علم حضرات سے گزارش ہے کہ اس مسئلہ پر باقاعدہ تحقیقی مقالہ کسی دوسرے موقع پر پیش کیا جائے گا۔

مسئلہ استواء پر بحث سے پہلے ہمیں سب سے اہم اپنا عقیدہ جاننا اور پہچاننا ضروری ہے یاد رہے کہ اہل سنت وجماعت کے علماء ہمیشہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کو مکان، جسم اور جہت سے پاک اور منزہ کہتے آئے ہیں امام طحاوی علیہ الرحمہ نے ''العقیدۃ الطحاویہ'' میں بھی یہی بیان کیا ہے جو کہ بقول امام طحاوی ائمہ احناف امام اعظم ابوحنیفہ، قاضی ابو یوسف اور امام محمد بن حسن الشیبانی رضی اللہ عنھم کا عقیدہ ہے اور غیر مقلدوں کے کئی ممدوح علماء جن میں ابن باز اور البانی بھی شامل ہیں ان کے ہاں یہ عقیدہ صرف ان تین بزرگوں کا نہیں بلکہ تمام اہل سنت کا عقیدہ ہے جیسا کہ ان کے عالم صالح بن فوزان عقیدہ طحاویہ کی ایک شرح میں لکھتے ہیں!

والمؤلف - كما ذكر - ألف هذه العقيدة على مذهب أهل السنة عموماً، ومنهم الإمام أبو حنيفة النعمان بن ثابت الكوفي، فهو أقدم الأئمة الأربعة وأدرك التابعين وروى عنهم. وكذلك صاحباه أبو يوسف، ومحمد الشيباني، وأئمة المذهب الحنفي. ذكر عقيدتهم، وأنها موافقة لمذهب أهل السنة والجماعة.

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

(التعلیقات المختصرۃ علی متن العقیدۃ الطحاویۃ: ص ۲۷)

عبارت کا حاصل یہی ہے کہ یہ عقیدہ اہل سنت و جماعت کے مذہب کے موافق ہے

اب آج کے غیر مقلدین ہر وقت یہی سوال کرتے رہتے ہیں کہ اللہ کہاں ہے؟

تو اس سوال کے جواب میں دوستوں کو یہ ملحوظ رکھنا چاہیے کہ یہ سوال ہی اس فاسد خیال اور اعتقاد سے پیدا ہوتا ہے کہ اللہ کسی نہ کسی جگہ یعنی مکان میں موجود ہے اللہ تعالیٰ کے لیے ان سوال کرنے والوں کے ذہن میں پہلے ہی مکان میں موجود اور واقع ہونا متعین ہے تب ہی تو یہی سوال کرتے ہیں اور اس کے بعد مناقشات اور مناظرات میں جو دلائل دیتے ہیں ان سب میں اللہ تعالیٰ کی طرف جن مکانات یا چیزوں کی نسبت کی گئی ہے ان سب سے یہی بات اخذ کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ یہاں موجود اور واقع ہے اور یہ آیات ونصوص اللہ تعالیٰ کا محل وقوع متعین کرتی ہیں العیاذ باللہ!۔

جبکہ اہل سنت کے ہاں اللہ تعالیٰ کے لیے کسی جگہ کا تعین کرنا ہی سرے سے غلط ہے تب ہم آتے ہیں اس طرف کہ اس سوال کے جواب میں ہمارا عقیدہ اور ہمارا جواب کیا اور کیسا ہونا چاہیے تو جناب ہمارا عقیدہ یہی ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ لامکان ہے یعنی وہ جگہ و مکان سے پاک ہے کیونکہ جگہ کے لیے محتاج ہونا صرف ایک جسم کی علامت ہے جو کہ محدود ہوتا ہے اور جہاں جہاں تک جسم کی حد ختم ہو جاتی ہے اس کے بعد والا حصہ اور علاقہ اس جسم کے لیے مکان کہلاتا ہے یعنی مکان اپنے مکین پر محیط ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ چونکہ حد سے پاک ہے اس کی ذات لامحدود ہے لہٰذا وہ نہ جسم ہوا اور نہ مکان کا محتاج نہ مکان سے متصف یعنی ہوسکتا ہے کہ غیر مقلد یہی کہیں کہ اللہ تعالیٰ مکان سے متصف ہے اگر چہ مکان کو محتاج نہیں تو اس کا جواب یہی ہے کہ بغیر احتیاج کے بھی مکان سے متصف نہیں ہوسکتا کیونکہ یہ اجسام کی صفت ہے مکان کی تعریف میں یہی بات کہی گئی ہے کہ فراغ یشغلہ الجسم کہ مکان ایک ایسے خلا کو کہتے ہیں جو کسی جسم کو گھیرے رکھا ہوا ہوتا، یاد رہے کہ ہماری یہ بات کہ اللہ لامکان ہے اس کا معنی یہ نہیں ہے کہ اللہ لامکان میں موجود ہے یعنی لامکان کسی جگہ کا نام ہے اور اللہ وہاں موجود ہے العیاذ باللہ، ایسا نہیں ہے اب آتے ہیں اس جملے کی طرف کہ اللہ ہر جگہ موجود ہے تو تمام دوست یاد رکھیں کہ اس جملے سے ہماری مراد یہی ہے کہ اللہ کی قدرت اور اسکا علم ہر جگہ ہے رہی یہ بات کہ اللہ کی ذات ہر جگہ ہے یا نہیں ہے تو ہم اس کا نہ اثبات کرتے ہیں نہ نفی کرتے ہیں یہ بات انتہائی ضروری ہے ہم اس کا اثبات ونفی اس لیے نہیں کرتے کہ خدا کو

بالذات ہر جگہ ماننے سے ذہن اللہ تعالیٰ کا مخلوق میں حلول کر جانے کی طرف جا سکتا ہے جو کہ جہمیہ کا عقیدہ ہے جبکہ ہمارا عقیدہ یہی ہے کہ اللہ تعالی مخلوق میں حلول نہیں کر سکتا حلول کرنا کسی چیز کے اندر یا اس سے باہر ہونا اجسام کی خاصیت ہے اور اللہ عز وجل جسمیت سے پاک ہے اور ہر جگہ ہونے کی نفی اس لیے نہیں کرتے کہ اللہ کو کسی جگہ ماننا اور کسی جگہ نہ ماننا جیسا کہ غیر مقلدوں کا عقیدہ ہے یہ بات اللہ تعالیٰ عز وجل کے لیے حد ثابت کرنے کی طرف لے جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کو عرش پر مان کر دوسری جگہوں کی نفی کرنا اس عقیدے کی نشاندہی کرتا ہے کہ اس کہنے والے کے ہاں اللہ تعالیٰ ایک خاص جہت میں ہے جو کہ اوپر کی جہت ہے اور یہ بھی اہل سنت کے عقیدے کے خلاف ہے لہٰذا ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ لامکان ہے وہ نہ داخل عالم ہے نہ خارج عالم ہے یعنی اس کے بارے میں یہ بات نہیں کہی جا سکتی کہ وہ عالم کے اندر ہے ورنہ حلول لازم آئے گا اور نہ یہ بات کہی جا سکتی ہے کہ وہ خارج عالم ہے کیونکہ کسی چیز سے خارج ہونا بھی جسم اور محدود چیز کی علامت ہے اس سے اللہ کے لیے حد ثابت ہوتا ہے جو کہ اہل سنت کے عقیدے کے خلاف ہے

اس تمام بحث کا خلاصہ میں درج ذیل گفتگو غیر مقلد اور سنی کی صورت میں عرض کرونگا

غیر مقلد: تمہارے مطابق اللہ کہاں ہے؟

سنی: اللہ کے بارے میں کہاں، وغیرہ کا سوال صحیح نہیں ہے کیونکہ کہاں کا لفظ ظاہر میں مکان کے بارے میں پوچھنے کے لیے استعمال ہوتا ہے اور اللہ لامکان ہے مکان سے پاک ہے

غیر مقلد: کہاں کے لفظ کا ترجمہ عربی میں این کا آتا ہے اللہ کے نبی ﷺ نے یہ لفظ استعمال کیا ہے ایک لونڈی سے آپ ﷺ نے پوچھا این اللہ، یعنی اللہ کہاں ہے تب خدا کے بارے میں ایسا پوچھنا نبی ﷺ کی سنت ہے چاہے اس سے مکان لازم آئے یا کچھ بھی اس کو ہم اپنے ظاہر پر ہی لیتے ہیں

سنی: اس حدیث میں کئی قسم کے الفاظ وارد ہوئے ہیں اس لیے یہ حدیث مضطرب ہے باقی روایات میں جن میں بعض اس روایت سے زیادہ قوی ہیں یہ لفظ ان میں موجود نہیں ہے لیکن اگر تم پھر بھی زیادہ اصرار کرتے ہو اور اسی لفظ کو خدا کے نبی ﷺ کا لفظ مانتے ہو تو پھر بھی یہ لفظ تمہاری بات کے لیے کوئی فائدہ مند نہیں

غیر مقلد: وہ کیسے

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

سنی: تم اللہ کے کہاں ہونے یا کہاں نہ ہونے کے سوال کا جواب نکال رہے ہو بالفاظ دیگر اللہ تعالیٰ کے محل وقوع کے بارے میں بات کر رہے ہو اور اس کے لیے تم یہی حدیث بطور جواب پیش کر رہے ہو چلو ٹھیک ہے تم اپنے سوال کا جواب اس حدیث سے نکال لو پھر اس کو خود بھی مان لو پھر میں بات کرونگا

غیر مقلد: جی ہاں میں اللہ کے بارے میں پوچھ رہا تھا کہ اللہ کہاں ہے اور خدا کے نبی ﷺ نے بھی یہی سوال کیا

سنی: تو لونڈی نے اس کے جواب میں کیا کہا جس پر اس حدیث کے مطابق اللہ کے نبی ﷺ نے اس کو مومنہ کہا

غیر مقلد: فی السماء یعنی اللہ آسمان پر ہے

سنی: لیکن تم تو خود اس جواب کو ماننے سے انکاری ہو کیونکہ تم اپنا عقیدہ تو اس متشابہ آیت مبارکہ سے نکالتے ہو جس کو سلف صالحین پڑھتے تھے اس پر ایمان رکھتے تھے اور اس کی تفسیر اور معنی مراد کو اللہ عزوجل کے سپرد [تفویض] کرتے تھے، الرحمن علی العرش استوی، یعنی اس کا مطلب تمہارے ہاں یہی ہے کہ اللہ عزوجل عرش پر ہے اور عرش پر ہونے کا مطلب تمہارے ہاں اللہ کا محل وقوع متعین ہونا ہے اس پر تمہاری یہ باتیں دلالت کرتی ہیں کہ تم اللہ کو باقی جگہوں سے نفی کرتے ہو اور صرف عرش پر مستوی مانتے ہو تب یہ بات واضح طور پر تمہارا عقیدہ بیان کرتی ہے کہ عرش تمہارے ہاں اللہ کے لیے بطور مکان متعین ہے اور عرش آسمان سے اوپر ہے تب آسمان پر تم اللہ کو کس طرح مانتے ہو اس حدیث کے تم خود ہی انکاری ہو کیونکہ لونڈی نے تمہارے تشریح کے مطابق اللہ کہاں ہے کا جواب آسمان پر ہونے کا دیا جبکہ تمہارے ہاں رب العزت آسمان پر نہیں بلکہ آسمان سے اوپر ہے تب عجیب منافقت ہے کہ جس دلیل کو خود نہیں مانتے اسی سے ہمارے خلاف استدلال پکڑتے ہو

غیر مقلد: آسمان پر ہونے کا مطلب آسمان سے اوپر عرش پر ہونا ہے

سنی: تمہارے ہاں تو تاویل حرام ہے یہاں اس حرام کی کیسی یاد آئی آپ کو۔۔۔لگتا ہے صرف ہمارے لیے حرام ہے۔۔۔اگر آسمان پر ہونا عرش پر ہونا ہے تب تو سارے فرشتے بھی عرش پر ہیں کیونکہ ان کے بارے میں بھی قرآن وحدیث میں آسمان پر ہونے کی بے شمار نصوص موجود ہیں۔۔۔

غیر مقلد: عرش چونکہ آسمانوں کے اوپر ہے اس لیے بلا تاویل آسمان پر ہونا عرش پر ہونا ہی ہے

سنی: عرش تو صرف آسمانوں سے اوپر نہیں زمین سے بھی اوپر ہے لہٰذا اس تاویل سے تو اللہ عزوجل کا زمین پر بھی ہونا کہا جاسکتا ہے حالانکہ تم اس کے قائل نہیں ہو۔

غیر مقلد: اچھا تم بتاؤ تمہارے عقائد تو جہمیہ کے ہیں وہ بھی اللہ کو ہر جگہ مانتے ہیں اور تم بھی مانتے ہو

سنی: ہمارے عقائد جہمیہ کے خلاف ہیں ہم اللہ کو بطور علم وقدرت ہر جگہ مانتے ہیں جیسا کہ اہل سنت کا عقیدہ ہے

غیر مقلد: یعنی ماشاء اللہ ہماری بات مان لی تمہارے ہاں بھی اللہ کی ذات سے زمین خالی ہے اللہ تعالیٰ بطور ذات کے ہر جگہ نہیں ہے

سنی: یہ بات غلط ہے اللہ تعالیٰ کی ذات لامحدود ہے اس کی ذات سے کسی جگہ کا خالی ماننا یعنی کسی جگہ ماننا اور کسی جگہ نہ ماننا یہ اس کی تحدید ہے ہمارے عقیدے کا مطلب آپ نے بالکل غلط لے لیا ہم اللہ تعالیٰ کو علم اور قدرت وغیرہ کے لحاظ سے ہر جگہ ماننے کے قائل ہیں اس سے تم نے یہ نتیجہ لے لیا کہ ہم ذات کے لحاظ سے اللہ کی نفی کرتے ہیں یعنی یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہر جگہ بطور ذات موجود نہیں حالانکہ یہ بات غلط ہے ہم اللہ تعالیٰ کی ذات کے متعلق کسی مکان کی نسبت کو صحیح نہیں کہتے چاہے وہ آسمان ہو یا زمین یا ہر جگہ خدا کے بارے میں ہم ایسی باتیں ہرگز صحیح نہیں جانتے کہ یہاں ہے یا یہاں نہیں ہے کیونکہ ان سب سے اللہ تعالیٰ کے لیے مکان کی نسبت لازم آتی ہے بطور ذات ہم نہ یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہر جگہ ہے نہ یہ کہتے ہیں کہ نہیں ہے کہاں اور وہاں سب مکان ہیں اور مخلوق ہیں اور اللہ تعالیٰ عزوجل نہ داخل عالم ہے نہ خارج عالم یعنی اس کو نہ تو مخلوق کے اندر مان سکتے ہیں جو کہ حلول کا عقیدہ ہے اور نہ مخلوق سے باہر کہا جاسکتا ہے

غیر مقلد: یعنی تمہارے ہاں اللہ کہیں بھی نہیں؟ یہ تو اللہ کے وجود کا انکار ہے اور اللہ مخلوق کے اندر نہیں ہے یہ تو سمجھ آتا ہے لیکن باہر کیوں نہیں اس کی کیا وجہ؟

سنی: اللہ تعالیٰ عزوجل کی تمام صفات توقیفی ہیں یعنی اس پر صرف ان صفات کا اطلاق جائز ہے جو کہ قطعی طور اس کے لیے قرآن وحدیث کے نصوص سے ثابت ہیں اب اللہ تعالیٰ کو مخلوق سے خارج کہنے والے کے ذہن میں اللہ تعالیٰ کا وجود بھی اجسام کی طرح ہے جو کسی چیز میں داخل یا اس سے خارج ہو سکتا ہے اس لیے یہ نظریہ غلط ہے اللہ تعالیٰ عزوجل کے لیے کسی چیز میں جس طرح دخول ماننا باطل اور بلا دلیل ہے

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

اسی طرح خروج ماننا بھی باطل ہے کیونکہ یہ نظریہ رکھنے والا یہی سوچ رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ عز وجل کے وجود اور عالم یعنی مخلوق کے وجود کے درمیان فاصلہ ہے جس سے دونوں جدا ہیں اسی کو وہ خروج کہتا ہے جو کہ دخول کے مقابل ہے اور اللہ تعالیٰ عز وجل اور مخلوق کے درمیان فاصلہ اور مسافت ماننا قرآن وحدیث میں کہیں بھی وارد نہیں بلکہ اس کی قربت اور بعد سب درجے اور منزلت کے لحاظ سے ہیں خدا کا فرمانبردار اللہ تعالیٰ سے قریب ہے چاہے وہ سمندر کے اندر کیوں نہ ہو اور کافر اللہ تعالیٰ سے بعید ہے چاہے وہ چاند پر کیوں نہ ہو اور اللہ تعالیٰ کی ذات کے لیے مخلوق کی طرح مسافت کی دوری اور نزدیکی ماننا بلا دلیل ہے اور باطل ہے بلکہ یہ بعینہ اللہ تعالیٰ کی ذات کو مخلوق کے مشابہ ماننا ہے اور مخلوق کے صفات کا اللہ تعالیٰ پر اجرا ہے عقیدہ طحاویہ میں امام طحاوی فرماتے ہیں!

وَمَنْ وَصَفَ اللّٰهَ بِمَعْنًى مِنْ مَعَانِي الْبَشَرِ فقد كفر ۔اور جس نے اللہ کو بشر یعنی مخلوق کی صفات میں سے کسی صفت کے ساتھ موصوف کرلیا تو اس نے کفر کیا

(تخریج الطحاویہ تحقیق الالبانی: ص ۴۱)

لہٰذا مسافت اور فاصلے کی دوری مخلوق کی صفت ہے جو کہ اللہ تعالیٰ کے لیے وارد نہیں ہوئی بلکہ اس بارے میں قرآن کریم میں ہے کہ وہ ہماری شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے لہٰذا اس کو دوری سے متصف کرنا اس کو مخلوق پر قیاس کرنا ہے اور مخلوق سے خارج کہنے والا اللہ تعالیٰ کو مخلوق پر قیاس کر کے اس کے لیے اس کے اور مخلوق کے درمیان مسافت اور فاصلے کی دوری ثابت کرتا ہے، رہی یہ بات کہ اللہ تعالیٰ نہ داخل عالم ہے نہ خارج عالم اس سے تمہارے ہاں بالکل اللہ تعالیٰ کی نفی ہوتی ہے یا یہ کہ اس سے ہمارے ہاں یہ ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کہیں بھی نہیں؟ تو یہ بات بھی آپ کے مجسمی عقیدے کا پھل ہے اللہ تعالیٰ کی ذات کے تصور کے ساتھ آپ کے ذہن میں اس کے کہیں ہونے کی بات ضرور بالضرور آتی ہے اس لیے آپ اس طرح کے تصورات قائم کرتے ہیں ہم اللہ تعالیٰ کو موجود مانتے ہیں اس کے ساتھ کہاں اور کہیں کی باتیں کہنا اللہ تعالیٰ کے ساتھ مکان کا تصور ہی ہے اور کچھ نہیں اور مکان میں ہونا جسم کا خاصہ ہے کیونکہ وہ محدود ہوتا ہے اور مکان نے اس کو گھیرے رکھا ہوتا ہے اس لیے اللہ تعالیٰ کی تنزیہہ یعنی پاکی بیان کرنے والے اہل سنت کے ہاں اللہ تعالیٰ کا وجود بلا کسی تصور کے ہے نہ کسی مکان کے ساتھ نہ کسی اور مخلوق کے ساتھ آپ اپنے ذہن کو تجسیمی جراثیم سے پاک کر دیں ان شاء اللہ آپ کو یہ بات سمجھ

آجائے گی کہ اللہ تعالیٰ کو ماننا اس بات کو مستلزم نہیں کہ یہ بھی مان لیا جائے کہ کہاں ہے اور کہاں نہیں یعنی اللہ تعالیٰ کے وجود کے ساتھ مکان کا تصور لازمی نہیں ہاں جو لوگ مشبہہ ہیں جن کے ذہن میں اللہ تعالیٰ کا تصور بھی مخلوق کی طرح ہے ان کے ذہن میں اللہ تعالیٰ کے وجود کے ساتھ اس کے مکان کا تصور بھی آنا ان کے باطل مذہب کے لوازمات میں سے ہے

غیر مقلد: جب تم اس بات کی طرف نہیں جاتے کہ اللہ بالذات ہر جگہ ہے نہ نفی کرتے ہو نہ اثبات، تب تمہارے لوگ ایسی آیتیں کیوں دلیل میں پیش کرتے ہیں جیسے

وهو معكم اينما كنتم ۔۔۔ونحن اقرب اليكم من حبل الوريد ۔۔انی ذاهب الی ربی سيهدين ۔۔۔اور اسی طرح احادیث مبارکہ بھی جیسا کہ بخاری شریف کی حدیث اکثر پیش کرتے ہیں کہ!

حدّثنا قتيبةُ قَالَ حدّثنا إسماعِيلُ بنُ جَعْفَرٍ عنْ حُمَيْدٍ عنْ أنَسٍ أنَّ النبيَّ رَأى نُخَامَةً فِي القِبْلَةِ فَشَقَّ ذَلِكَ عَلَيْهِ حَتَّى رُؤِيَ فِي وَجْهِهِ فقامَ فَحَكَّهُ بِيَدِهِ فَقَالَ: (إِنَّ أَحَدَكُمْ إِذَا قَامَ فِي صَلاَتِهِ فَإِنَّهُ يُنَاجِي رَبَّهُ أَو إِنَّ رَبَّهُ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْقِبْلَةِ فَلاَ يَبْزُقَنَّ أَحَدُكُمْ قِبَلَ قِبْلَتِهِ وَلَكِنْ عنْ يَسَارِهِ أَوْ تَحْتَ قَدَمَيْهِ) ثُمَّ أَخَذَ طَرَفَ رِدَائِهِ فَبَصَقَ فيهِ ثُمَّ رَدَّ بَعْضَهُ عَلَى بَعْضٍ فقالَ أَوْ يَفْعَلُ هَكَذَا.

اس حدیث میں ہے کہ نبی ﷺ نے نماز کے دوران آگے کی طرف تھوکنے سے منع فرمایا اور فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی نماز پڑھے تو وہ اپنے رب کے ساتھ مناجات کر رہا ہوتا ہے اور اس کا رب اس کے اور قبلے کے درمیان ہوتا ہے تو تم میں سے کوئی شخص اپنے آگے کی طرف نہ تھوکے بلکہ اپنے بائیں یا اپنے قدم کے نیچے تھوکے۔ (عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری: ۴/ ۱۴۸)

تو یہ حدیث یا اس کے ہم معنی آیات واحادیث پیش کرنے سے آپ لوگوں کا عقیدہ یہی ہے کہ اللہ زمین پر ہے یا ہر جگہ بالذات موجود ہے ورنہ یہ نصوص آپ لوگ استدلال میں پیش نہ کرتے

سنی: یہ آیات اور احادیث ہمارا کوئی عقیدہ بیان کرنے کے لیے نہیں ہے کہ ہم کہتے ہیں کہ!

وهو معكم اينما كنتم ۔۔۔سے مراد یہی ہے کہ بالذات اللہ ہمارے ساتھ ہے ہم اس کی طرف تعرض نہیں کرتے اگرچہ یہ آیت کا ظاہر ہے اور یہ قول کرنے والا گمراہ نہیں ہے کیونکہ وہ ظاہری آیت پر

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

قائل ہے لیکن ہمارا مقصد ان جیسی آیات واحادیث سے آپ لوگوں کے دعوٰی کا رد کرنا ہے کہ جن آیات و احادیث کے ظاہر پر اپنا عقیدہ بناتے ہوئے تم لوگ اللہ تعالیٰ کو اوپر کی جہت میں مانتے ہو ان کی طرح کچھ اور آیات واحادیث بھی ہیں جن میں اللہ رب العزت کی طرف ایسے مقامات کی نسبت کی گئی ہے جو کہ زمین پر ہیں تب کیا وجہ ہے کہ اُن آیات واحادیث کو بلا تاویل مانتے ہو اور ایسی آیات واحادیث کو بلا تاویل نہیں مانتے یہ تو یہودیوں کا دین ہوگیا افتومنون ببعض الکتب وتکفرون ببعض، اگر اُن آیات واحادیث کے ظاہر سے اللہ تعالیٰ کا اوپر کی جہت میں ہونا ظاہر ہوتا ہے تو اِن نصوص سے اللہ تعالیٰ کا زمین پر ہونا ظاہر ہوتا ہے لہٰذا یا تو دونوں کو بلا تاویل مانو یا دونوں کی تاویل کرو ہم تو اللہ تعالیٰ کو کسی جگہ ہونے یا نہ ہونے کے تصور کے بغیر مانتے ہیں اس لیے نہ ان نصوص سے اللہ تعالیٰ کا اوپر کی جہت میں ہونے کا مطلب نکالتے ہیں نہ اِن نصوص سے اللہ کے نیچے کی جہت میں ہونے کا مطلب نکالتے ہیں بلکہ ہم یا تو اللہ تعالیٰ کے بارے میں ایسی بات سے توقف کرتے ہیں اور اس کا علم اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتے ہیں جیسا کہ متقدمین کا مذہب ہے اور یا اس کی تاویل کرتے ہیں جیسا کہ متاخرین کا مذہب ہے اور دونوں صحیح ہیں لہٰذا اس بات سے غلط فہمی کا شکار نہ ہوں آخر میں، میں مخالف کی جانب سے غلط فہمی ایک اور طریقے سے واضح کرتا ہوں جس سے رب تعالیٰ سے امید ہے کہ ہمارے ساتھی اپنے بنیادی عقیدے اور موقف کو بخوبی سمجھ سکیں گے

مثال کے طور کسی نے اپنے **تجسیمی** عقیدے پر دلیل پیش کی

{تَعْرُجُ الْمَلَائِكَةُ وَالرُّوحُ إِلَيْهِ فِي يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهُ خَمْسِينَ أَلْفَ سَنَةٍ} [المعارج: ۴] کہ اللہ تعالیٰ کی طرف روح القدس اور فرشتے چڑھتے ہیں چونکہ فرشتے آسمان کی طرف چڑھتے ہیں اس سے معلوم ہوا اللہ آسمان کی جہت میں ہے یعنی اوپر کی جہت میں۔

اب سنی نے جواب دیا کہ اگر اس آیت سے تم نے اللہ تعالیٰ کو اوپر کی جہت میں ثابت کرنے کی کوشش کی تو پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ وَقَالَ إِنِّي ذَاهِبٌ إِلَىٰ رَبِّي سَيَهْدِينِ

ترجمہ: کہ میں اپنے رب کی طرف جارہا ہوں وہ مجھے رستہ دکھائے گا (الصافات: ۹۹)

حضرت ابراہیم علیہ السلام تو زمین پر چل رہے تھے تو آپ لوگوں کے ہاں تو اللہ عزوجل زمین پر ہونا چاہیئے اب جو سنی کا مطلب جان نہ سکا الٹا اس کی دلیل کا جواب دینے لگا کہ یہ تو تمہارے دعوے کو جھٹلا رہا ہے

کیونکہ تمہارے [سنی کے] ہاں تو اللہ ہر جگہ ہے اگر اللہ ہر جگہ ہوتا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام اس کی طرف پہلی جگہ چھوڑ کر دوسری جگہ کی طرف کیوں جاتے تمہارے عقیدے کے مطابق تو پہلی جگہ بھی اللہ موجود تھا اور جس جگہ جارہے تھے وہاں بھی اللہ ہے پھر اس بات کا کیا مطلب کہ میں اللہ کی طرف جارہا ہوں کیا جہاں پہلے تھا وہاں اللہ موجود نہیں تو مخالف کی یہ تقریر اس بات پر مبنی ہے کہ ہم بھی اللہ تعالیٰ کے کسی جگہ ہونے یا نہ ہونے کا عقیدہ رکھتے ہیں اور اسے اس آیت سے ثابت کررہے ہیں، تو ہمارا جواب یہی ہے کہ اس آیت سے ہم اللہ تعالیٰ کی سمت پر دلیل نہیں پکڑ رہے بلکہ تعرج الملائکۃ والی آیت کی طرح اگر اس کو بھی اپنے ظاہر پر عمل کیا جائے تو جس طرح اللہ کا زمین پر اس جہت میں ہونا لازم آئے گا جس جہت میں ابراہیم علیہ السلام سفر فرمانے کا ارادہ کررہے تھے اگر ملائکہ کا آسمان کی طرف جانے کو اللہ کی طرف جانے سے تعبیر کیا گیا ہے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بھی اپنے سفر کی جگہ کو اللہ کی طرف سفر کرنے سے تعبیر کیا اب اگر پہلی آیت سے اللہ کا اوپر ہونا لازم آتا ہے تو دوسری سے زمین پر ہونا لازم آئے گا اب ایک آیت پر ایمان اور دوسری سے انکار یہودیت ہی تو ہے رہا ہمارا عقیدہ تو ہم تو کسی بھی نص سے اللہ تعالیٰ کا کہیں ہونا اور کہیں نہ ہونا ثابت نہیں کرتے اور ہر جگہ اس کو بطور علم وقدرت مانتے ہیں بطور ذات کی طرف تعرض نہیں کرتے جبکہ تم بطور ذات اوپر کے علاوہ باقی جگہوں میں نفی کرتے ہو لہٰذا ہمارے عقیدے پر اس آیت کے مفہوم میں کوئی تضاد نہیں، آخری بات عرض کرتا ہوں ان غیر مقلدین کے سوال کا جواب ہمارے امام، امام اعظم ابوحنیفہ نعمان بن ثابت رحمہ اللہ نے اس وقت ہی دے دیا تھا امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: [قلت أرأيت لو قيل أين الله تعالى فقال يقال له كان الله تعالى ولا مكان قبل ان يخلق الخلق وكان الله تعالى ولم يكن أين ولا خلق كل شيء] ترجمہ: ”جب تم سے کوئی پوچھے کہ اللہ (کی ذات) کہاں ہے تو اسے کہو کہ (اللہ وہیں ہے جہاں) مخلوق کی تخلیق سے پہلے جب کوئی جگہ ومکان نہیں تھا صرف اللہ موجود تھا اور وہی اس وقت موجود تھا جب مکان مخلوق نام کی کوئی شے ہی نہیں تھی“

(۱) الشرح المیسر علی الفقہین الابسط والاکبر المنسوبین لابی حنیفۃ: ص ۱۶۱ (۲) العالم والمتعالم: ص ۵۷

اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے کہ حق بات کو قبول کرنے کی توفیق عطاء فرمائے۔

وماتوفیقی الا باللہ العلی العظیم

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

وقت تہجد میں انوکھی نیکی کرنے والا ٹیکسی ڈرائیور

مولانا حافظ محمد امجد علی امجد

مہتمم جامعہ سیفیہ اعجاز القرآن پنیاں ہری پور

میں اور عادل جب کاکول سوزوکی اڈے پر پہنچے تو شام کے پونے سات بج رہے تھے اور اسٹینڈ پر لگی گاڑی بالکل خالی تھی جب کہ ایک خشخشی داڑھی والا نوجوان قریب کھڑا اس انتظار میں تھا کہ کوئی اور مسافر آئے تو تب گاڑی میں بیٹھا جائے۔ چنانچہ ہم جونہی گاڑی میں بیٹھے تو وہ بھی جھٹ سے گاڑی میں بیٹھ گیا اور کہنے لگا کہ اب مزید سواریاں بھی آجائیں گی، اور ہوا بھی یہی کہ ہمارے بیٹھنے کی دیر تھی کہ چند منٹوں میں ہی گاڑی بھر گئی۔

میں اور عادل بالکل آگے والی نشت پر تھے اور ہمارے برابر میں تین مسافر مزید تھے جبکہ ہمارے سامنے والی نشت پر وہی مذکورہ نوجوان جس کی ہلکی ہلکی خشخشی داڑھی تھی بیٹھا ہوا تھا اور اس کے برابر میں اُسی کا ایک جاننے والا بیٹھا تھا جس کے چہرے سے سنجیدگی اور متانت کے آثار نمایاں تھے اور حلیے سے پڑھا لکھا معلوم ہوتا تھا۔ سواریاں مکمل ہونے پر ڈرائیور نے کرایہ جمع کرنا شروع کیا تو سب نے اپنا اپنا کرایہ ڈرائیور کے ہاتھ میں تھمایا اور جس نے بقایا وغیرہ لینے تھے لے کر جیب میں ڈالے جب کہ میرے سامنے والے سنجیدہ شخص جس نے اپنا اور اپنے ساتھی نوجوان کا کرایہ بھی دیا تھا اُس کے ڈرائیور کی طرف پندرہ روپے بقایا تھے لیکن ڈرائیور نے دس کا نوٹ اُسے تھما کر کہا کہ پانچ کا سکہ میرے پاس نہیں ہے۔ چلو خیر ہے اُس سنجیدہ شخص نے کہا!! اُسی کے ساتھ ہی گاڑی روانہ ہوگئی اور ڈرائیور کے روپے پر تبصرہ کرتے ہوئے وہ نوجوان بولا کہ یہ لوگ خودسواری کو ایک روپیہ معاف نہیں کرتے لیکن خود یہ کہہ کر پیسے نہیں دیتے کہ کھلے نہیں ہیں۔ اور اس پر ایک دو واقعات بھی سنائے اور وہ سنجیدہ آدمی اُس کی باتوں کی تائید کرتا رہا۔ اور ایک ہلکی مسکراہٹ کے ساتھ محو گفتگو رہا۔

جب نوجوان تبصرہ کر کے خاموش ہوا تو وہ سنجیدہ آدمی گویا ہوا!! کہ اِس دنیا میں ہر قسم کے لوگ موجود ہیں ایک وہ جو دوسروں کے حقوق پر ڈاکہ ڈالتے ہیں اور ایک وہ جو اپنا حق بھی دوسروں کو معاف کر دیتے ہیں۔ اور پھر ایک واقعہ سنایا۔ کہنے لگا!! کہ گزرے دنوں کی بات ہے کہ میں راولپنڈی

پیرودھائی موڑ پر پہنچا تو تقریباًرات کا آخری پہر تھا میں جب ویگن اسٹینڈ پر اترا تو ایک ٹیکسی والے کو میں نے کہا کہ!

مجھے چک لالہ جانا ہے آپ کتنے پیسے لو گے؟۔

جو مناسب ہو دے دینا!! ٹیکسی ڈرائیور نے جواب دیا۔

نہیں!!! پہلے طے ہوجائیں تو اچھا ہے!! میں نے کہا!

ڈرائیور نے کچھ رقم طے کر دی اور مجھے لے کر چک لالہ روانہ ہوگیا۔ جب اُس نے مجھے میرے مطلوبہ سٹاپ پر میری رہائش گاہ کے سامنے اُتارا تو میں نے کرایہ جو طے شدہ تھا اُس کی طرف بڑھایا لیکن اُس نے لینے سے انکار کر دیا۔ اور کہا کہ آپ جائیں میں کرایہ نہیں لوں گا۔ میں نے پھر اصرار کیا لیکن اُس نے پھر انکار کیا۔ اور کہا کہ آپ جائیں میں کرایہ نہیں لوں گا۔ میرے مزید اصرار پر اُس نے پھر انکار کیا تو میں نے پوچھا کہ کیا میں وجہ پوچھ سکتا ہوں کہ آپ کرایہ کیوں نہیں لے رہے؟۔ کہنے لگا! کہ نہ پوچھیں تو اچھا ہے۔ لیکن مجھے وجہ جانے بغیر اطمینان نہیں ہو رہا تھا اس لیے میں نے پھر کہا کہ آپ وجہ بتا دیں تو اچھا ہو گا۔ اس پر وہ کہنے لگا کہ جی میرا ایک اُصول ہے وہ یہ کہ رات کے آخری پہر مجھے جو بھی سواری ملتی ہے میں اُس سے پیسے نہیں لیتا اور وجہ اُس کی یہ ہے کہ میرے ذہن میں یہ بات ہوتی ہے کہ تہجد کا وقت ہے اور نورانی وقت ہے، میں تہجد تو پڑھ نہیں سکتا البتہ اتنا تو کر سکتا ہوں کہ اس پیارے وقت میں اللہ تعالیٰ کی مخلوق کے ساتھ بھلا کر دوں۔ سو میں اس نیت سے رات کو آخری پہر میں پیسے نہیں لیتا۔ اچھا!؟ میں نے حیرت سے اُس کی طرف دیکھا۔ پھر اس طرح تمہارا گزارا کیسے ہوتا ہے۔؟ میرا اگلا سوال تھا! جی ہاں بہت اچھا گزارہ ہوتا ہے۔ مجھے اللہ تعالیٰ بہت دیتا ہے اور میں مطمئن ہوں۔ ٹیکسی ڈرائیور نے مجھے حیران کر دیا۔

اُس سنجیدہ آدمی کے اس واقعہ کے ختم ہوتے ہی ہماری منزل قریب آ گئی اور ہم اپنے گھروں کی طرف روانہ ہوگئے۔ لیکن میں یہ سوچ رہا تھا کہ ابھی اس دنیا میں ایسے خدا ترس اور اللہ پاک پر بھروسہ کرنے والے لوگوں کی کمی نہیں۔ اور اگر اسی طرح ہر شخص کمر ہمت باندھ لے کہ ہم نے جو بھی کام کرنا ہے رضائے الٰہی کے لیے کرنا ہے تو یقیناً ہمارے معاشرہ میں جو برائیاں پھیل چکی ہیں اُس میں کافی حد تک کمی لائی جاسکتی ہے۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

''فقید المثال مولانا احمد رضا خان بریلوی''

ڈاکٹر عبدالقدیر خان

ڈاکٹر عبدالقدیر خان پاکستان کے عظیم ایٹمی سائنسدان اور قومی ہیرو ہیں۔روزنامہ جنگ نے ''سحر ہونے تک'' کے نام سے مستقل کالم لکھتے ہیں۔ 5 دسمبر 2016 کو انہوں نے اعلیٰ حضرت امام اہلسنت مولانا الشاہ امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ پر ''فقید المثال'' مولانا احمد رضا خان بریلوی'' کے عنوان سے ایک بہت ہی بہترین اور قابل قدر کالم لکھا ہے۔اگرچہ اس میں کچھ باتیں وضاحت طلب ہیں تاہم قارئین کے استفادہ کے لیے شامل اشاعت ہے۔......(افضل شاہد)

برصغیر ہندوستان میں اسلام کی تبلیغ باہر سے آئے ہوئے علماء اور مذہبی مبلغین نے کی اور اسلام کو پھیلایا۔ اجمیر، ملتان، کراچی، اوچ اور دہلی میں ان اولیاء اللہ کے مزار ہیں۔ ان کے علاوہ خیبر پختونخواہ، بلوچستان، بہار، بھوپال میں کئی علماء اور مبلغین کے مزار ہیں۔

دورِ جدید میں یعنی پچھلے دور میں جن علماء نے اسلام کی اعلیٰ خدمت کی ان میں اعلیٰ حضرت احمد رضا خان بریلوی کو خاص اور اہم مقام حاصل ہے۔آپ 14 جون 1856ء میں بریلی میں پیدا ہوئے۔آپ کا پیدائشی نام محمد خان رکھا گیا تھا اور خود کو پہلے عبدالمصطفیٰ یعنی مصطفیٰ ﷺ کا غلام کہتے تھے۔بعد میں آپ نے احمد رضا خان نام اختیار کرلیا۔آپ کو امام احمد رضا خان قادری کے اسم شریف سے بھی یاد کیا جاتا ہے۔ آپ ایک صوفی اور اصلاح کرنے والے عالم تھے۔آپ کے والد محترم کا نام نقی علی خان اور دادا محترم کا نام رضا علی خان تھا۔آپ نے بریلوی تحریک کی بنیاد ڈالی۔

مولانا احمد رضا خان قادری بریلوی کی تحریک اسلامی قوانین کو صوفی ازم اور دوسری رسومات پر افضلیت دیتی ہے۔تقسیم ہند کے بعد مولانا نے اہم سیاسی امور پر مسلمانوں کی رہنمائی کی۔ دراصل یہ تحریک پہلے مضافاتی علاقوں میں کامیاب ہوئی مگر جلد ہی شہری علاقوں میں پھیل گئی اور بہت ہردلعزیز ہے۔خاص طور پر ہندوستان و پاکستان کے تعلیم یافتہ طبقے میں مشرق بعید کے مسلمانوں میں بہت ہردلعزیز ہے۔مولانا احمد رضا خان بریلوی، قادری نے کئی کتابیں، مختلف موضوعات پر عربی فارسی اور اردو میں تحریر کی ہیں۔

خاص طور پر آپ کی دو کتابیں ''کنزالایمان'' تفسیر القرآن (۱) اور ''فتاوی رضویہ'' بے حد مشہور ہیں۔کنز الایمان میں حنفی عقیدہ اور سنی مسلمانوں کا نظریہ پیش کیا گیا ہے۔ برصغیر ہندو پاکستان میں یہ بکثرت پڑھی جاتی ہے۔اس کا ترجمہ انگریزی، ہندی، بنگالی، ڈچ، ترکش، سندھی، گجراتی اور پشتو زبانوں میں کیا گیا ہے اور کروڑوں لوگ اس سے مستفید ہو رہے ہیں۔فتاویٰ رضویہ بائیس ہزار صفحات پر مشتمل ہے۔اس میں مسلمانوں کی روزمرہ کی زندگی میں پیش آنے والے معاملات پر جامع حل بتائے گئے ہیں۔

آپ کی ایک اور کتاب حسام الحرمین (یا حسام الحرمین علیٰ منحر الکفر والمین) ہے اور اس کا لفظی ترجمہ ہے حرمین کی تلوار کافروں اور جھوٹوں کے حلق پر۔اپنی اس کتاب میں آپ نے فرمایا ہے کہ ہمارے پیارے رسول ﷺ کی عزت و احترام کے لیے یہ ضروری تحریر ہے (۲)۔اپنی اس کتاب و تحریر کی تائید میں آپ نے اس علاقے کے 268 علماء کرام سے فتوے حاصل کیے۔اس طرح اس کتاب کی تحریر کی صداقت مستند ہوگئی۔مولانا احمد رضا خان قادری نے نعتوں پر مشتمل ایک اعلیٰ کتاب حدائق بخشش لکھی ہے۔اس میں تحریر کردہ نعتیں مسلمان تمام مذہبی مجلسوں میں پڑھتے ہیں۔اس میں رسول اللہ ﷺ کی تعریف، آپ ﷺ کی شخصیت، آپ ﷺ کا چہرہ مُبارک، آپ ﷺ کی جسمی بناوٹ، آپ ﷺ کے اہل بیت کی تعریفیں بیان کی ہیں۔اس کے علاوہ آپ کی 15 دوسری کتب بھی شہرت یافتہ اور ہردلعزیز ہیں (آپ کی تصانیف کی کل تعداد ہزار ہے۔افضل)۔آپ کے سیاسی نظریات بھی بہت اہم تھے۔آپ نے گاندھی کی سربراہی میں ہندوستان کی آزادی کی جدوجہد میں حصہ لینے سے انکار کر دیا اور کہا کہ انگریزوں کے زیرِ سایہ ہندوستان میں مسلمانوں کو اپنے مذہبی فرائض ادا کرنے میں قطعی کسی قسم کی پابندی

(۱)۔دراصل کنزالایمان اعلیٰ حضرت کا ترجمہ قرآن ہے اور اس کے حاشیہ پر جو تفسیر ہے وہ خزائن العرفان کے نام سے آپ کے خلیفہ مولانا سید نعیم الدین مُرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ کی ہے۔اعلیٰ حضرت نے ترجمہ کنزالایمان میں شانِ الوہیت اور شان رسالت کو بطور خاص ملحوظ خاطر رکھا ہے۔خزائن العرفان میں مولانا سید نعیم الدین مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ نے سنی حنفی نظریہ کے مطابق اپنے عقائد پیش کیے ہیں اور مخالفین کے اعتراضات کا رد فرمایا ہے۔

(۲)۔حسام الحرمین میں مولانا احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ نے ہندوستان کے بعض مولویوں کی چند ایسی عبارتوں کا رد فرمایا ہے جن میں نبی علیہ السلام کی توہین اور گستاخی پائی جاتی ہے۔ یہ عربی میں ہے۔اس پر اس زمانے کے حرمین شریفین کے تقریباً 33 علماء کرام نے تائید فرمائی تھی۔ بعدازاں آپ کے خلیفہ مولانا حشمت علی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس فتوی کی تائید میں ہندوستان کے 268 مفتیان کرام سے فتاویٰ حاصل کیے جو ''الصوارم الھندیہ'' یعنی ہند کی تلواریں کے نام سے مطبوعہ ہے۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

نہیں ہے اور انہوں نے مسلمانوں کی جنگی حالت اور ہجرت سے منع کیا جبکہ دیوبند علماء کی رائے اس کے برعکس تھی۔

21 جون 2010ء کو شام کے مفتی محمد الیعقوبی نے ایک ٹی وی پروگرام میں بیان دیا کہ ہندوستان کا مجدّد احمد رضا خان بریلوی ہے۔علامہ اقبالؒ نے مولانا احمد رضا خان کے بارے میں بہت تعریفی کلمات کہے اور کہا کہ ایسا دانشور اور عقل وفہم کا مالک انسان اور قانونی ماہر پھر پیدا نہیں ہوا۔لبنان کے مفتی اعظم یوسف النبہانی نے مولانا احمد رضا خان کے فتوے پڑھ کر کہا کہ وہ ایک دیو ہیکل انسان تھے اور سائنس کے بھی ماہر تھے۔مکہ شریف کے مفتی علی بن حصن ملک نے کہا کہ احمد رضا خان کو تمام مذہبوں کی سائنس پر مکمل عبور ہے اور افغانستان کے پروفیسر عبدالشکور شاد (کابل یونیورسٹی) نے کہا کہ مولانا احمد رضا خان کی تمام تحریروں اور تصانیف کو جمع کرنے اور کیٹلاگ کی شکل میں جمع کرنے اور ہندوستان، پاکستان اور افغانستان کی لائبریریوں میں رکھنے کی سخت ضرورت ہے۔ہندوستان نے ایک ٹرین اعلیٰ حضرت کے نام سے بریلی اور بھوج کے درمیان چلائی ہے اور 31 دسمبر 1995ء کو ایک یادگاری ٹکٹ بھی شائع کیا ہے۔

مولانا احمد رضا خان بریلویؒ کا انتقال 28 اکتوبر 1921ء کو بریلی میں ہوا۔یہ جمعہ کا مُبارک دن تھا۔

آپ نے ہندو پاکستان میں لاتعداد اپنے خلفاء چھوڑے ہیں جو ان کی تعلیم کی تبلیغ کر رہے ہیں۔

اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان بریلوی نے لاتعداد سائنسی موضوعات پر مضامین و مقالے لکھے ہیں۔آپ نے تخلیق انسانی، بائیوٹیکنالوجی جینیٹکس، الٹراساؤنڈ مشین کے اصول کی تشریح، جنیٹکس، الیکٹرک کی وضاحت، ٹیلی کمیونیکیشن کی وضاحت، فلوڈ ڈائنامکس کی تعریف، ٹوپولوجی (ریاضی کا مضمون)، زمین، چاند و سورج کی گردش، میٹرالوجی (چٹانوں کی ابتدائی ساخت)، دھاتوں کی تعریف، کورال (مرجان کی ساخت کی تفصیل)، زلزلوں کی وجوہات، مدّ وجزر کی وجوہات، وغیرہ تفصیل سے بیان کی ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ مولانا احمد رضا خان بریلویؒ اپنے دور کے فقیہ، مفتی، محدّث، مُفسر، معلمِ اعلیٰ مصنف تھے۔

جب آپ ان کی تحریروں اور مقالہ جات کا مطالعہ کریں تو احساس ہوگا کہ آپ اپنے وقت سے بہت پہلے دنیا میں تشریف لے آئے تھے اور جن علوم پر تفصیلی مقالے لکھے ہیں وہ بہت عرصے کے بعد عوام کی سمجھ میں آئے ہیں۔اللہ پاک ان کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔آمین۔

انجینئر محمد علی مرزا کے مضمون (اندھا دھند پیروی کا انجام) میں موجود شبہات کا ازالہ بنام

تشریحات فیصل (حصہ چہارم)

فیصل خان رضوی

شکاری جانوروں کی سی آواز نکالنا:

انجینئر محمد علی مرزا صاحب اعتراض کرتے ہوئے لکھتے ہیں!

علماء کا نظریہ: سورۃ الکھف آیت نمبر ۱۱۰ قل انما انا بشر مثلکم، اے محبوب فرماد و کہ میں تم جیسا بشر ہوں۔

اس آیت میں کفار سے خطاب ہے چونکہ ہر چیز اپنی غیر جنس سے نفرت کرتی ہے لہذا فرمایا گیا کہ اے کفار تم مجھ سے گھبراؤ نہیں، میں تمہاری جنس سے ہوں یعنی بشر ہوں (جیسا کہ) شکاری جانوروں کی سی آواز نکال کر شکار کرتا ہے اس سے کفار کو اپنی طرف مائل کرنا مقصود ہے۔

[بریلوی: مولانا مفتی احمد نعیمی صاحب جاء الحق صفحہ ۱۴۵]

وحی کا نظریہ: انْظُرْ كَيْفَ ضَرَبُوا لَكَ الْأَمْثَالَ فَضَلُّوا فَلَا يَسْتَطِيعُونَ سَبِيلًا۔

[سورۃ بنی اسراءیل، آیت نمبر ۴۸، سورۃ الفرقان، آیت نمبر ۹]

ترجمہ: (اے محبوب ﷺ) ذرا دیکھو تو یہ (گستاخ) لوگ آپ ﷺ کے متعلق کیسی کیسی مثالیں بیان کرتے ہیں، سو وہ گمراہ ہو گئے پس وہ راستہ ہدایت نہیں پا سکتے۔

الجواب بعنوان الوھاب:

مرزا صاحب نے مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت پر کچھ اعتراض نقل نہیں کیا اور جواب میں قرآن کی ایک آیت نقل کر دی۔اس آیت کو نقل کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مرزا صاحب کو آقا ﷺ کے متعلق مثال بیان کرنے پر اعتراض ہے۔ان کو شاید مفتی صاحب کی عبارت سے یہ معلوم ہو رہا ہے کہ مفتی صاحب نے نبی کریم ﷺ کو شکاری سے تشبیہ دی۔اس بابت چند معروضات عرض ہیں۔

۱۔مرزا صاحب نے دجل وفریب سے کام لیتے ہوئے مفتی صاحب کی عبارت میں [ ] بریکٹ میں جو الفاظ

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

[جیسا کہ] خود اضافۃً لکھے ہیں۔حالانکہ جاء الحق میں [جیسا کہ] الفاظ موجود نہیں ہیں۔قارئین کرام خود جاء الحق کی مذکورہ عبارت دیکھ کر تسلی کر سکتے ہیں۔

۲۔مرزا صاحب کا دوسرا دھوکہ یہ ہے کہ قارئین پر یہ ظاہر کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ مفتی صاحب نے نبی کریم ﷺ کو شکاری سے تشبیہ دی ہے۔مگر مفتی صاحب کی عبارت میں ایسی تشبیہ کی تو کوئی صراحت تک نہیں ہے۔کیونکہ مفتی صاحب کی جو عبارت مرزا جی نے نقل کی ہے وہ ایک جملہ نہیں بلکہ اس میں متعدد جملے ہیں۔

اول: اس آیت میں کفار سے خطاب ہے چونکہ ہر چیز اپنی غیر جنس سے نفرت کرتی ہے لہذا فرمایا گیا کہ اے کفار تم مجھ سے گھبراو نہیں، میں تمہاری جنس سے ہوں یعنی بشر ہوں۔

دوم: شکاری جانوروں کی سی آواز نکال کر شکار کرتا ہے۔

سوم: اس سے کفار کو اپنی طرف مائل کرنا مقصود ہے۔

اب مرزا جی نے ان تین جملوں کے نقل کرتے ہوئے ایک جملہ بنا دیا۔اور مفہوم عبارت کچھ کا کچھ کر دیا۔ان جملوں میں کسی مقام پر بھی نبی کریم ﷺ کو شکاری سے تشبیہ نہیں دی گئی۔

بالفرض اگر یہ مان لیا جائے کہ مفتی صاحب نے اس عبارت میں شکاری سے تشبیہ دی بھی ہے تو پھر بھی گستاخی کا احتمال نہیں ہے۔کیونکہ اہل علم پر یہ بات پوشیدہ نہیں کہ مثال میں صرف وجہ تمثیل کا لحاظ ہوتا ہے تمام چیزوں میں اشتراک ہونا لازم نہیں۔مثال کے طور پر جیسے ہم تمام مکاتب فکر کے لوگ اس بات پر متفق ہیں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا لقب شیر خدا ہے۔اور اگر اب کوئی معترض یہ کہہ دے دیکھو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ایک شیر سے تشبیہ دی اور شیر تو بڑا خون خوار ہوتا ہے۔اور کمزور جانوروں پر ظلم کرتا ہے۔تو کیا نعوذ باللہ ایسا اعتراض درست ہو سکتا ہے، ہرگز نہیں۔حالانکہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو شیر سے تشبیہ صرف ایک وجہ سے دی جاتی ہے اور وہ ہے بہادری۔اسی طرح مفتی صاحب کی عبارت میں بھی [بالفرض اگر اس اعتراض کو تسلیم کیا جائے] شکاری کی مثال صرف اور صرف مانوس ہونے کی علت کو بیان کرنے کے لیے ہے۔

میرے محترم! ذرا آپ اس عبارت سے آگے چند سطروں کے بعد مفتی صاحب کی باقی عبارت بھی پڑھ لیتے کہ وہ کیا فرماتے ہیں!

مفتی صاحب لکھتے ہیں! حیوان اور انسان میں صرف ایک درجہ کا فرق ہے مگر بشریت اور شان مصطفوی ﷺ میں ۲۷ درجہ کا فرق ہے۔۔۔۔۔۔۔۔ہماری بشریت اور محبوب ﷺ کی بشریت میں کوئی نسبت نہیں، مولانا [روم] مثنوی میں فرماتے ہیں۔۔۔۔حضور ﷺ کی بشریت ہزار ہا جبریلی حیثیت سے اعلیٰ ہے۔[جاء الحق ص ۳۹۵]

جناب عالی! مفتی صاحب تو نبی کریم ﷺ کے برابر کسی کو نہیں سمجھتے چہ جائیکہ ان کو ایک شکاری کے برابر ٹھہرائیں۔لہذا آپ کا اعتراض لغو ٹھہرا۔

کشف المحجوب میں نبی کریم ﷺ پر حالت سکر کا بیان:

انجینئر محمد علی مرزا صاحب اعتراض کرتے ہوئے لکھتے ہیں!

علماء کا نظریہ: حضرت داود علیہ السلام کی ایک نظر جب وہاں پڑی جہاں نہ پڑنی چاہیے تھی یعنی اوریا کی بیوی پر، تو آپ ﷺ کو حق تعالیٰ کی طرف سے تنبیہ کا سامنا کرنا پڑا۔۔۔۔ہمارے پیغمبر ﷺ کی ایک اس طرح کی نگاہ حضرت زید رضی اللہ عنہ کی بیوی پر پڑی تو حضرت زید رضی اللہ عنہ پر ان کی بیوی حرام ہوگئی (انھی سے بعد میں نبی کریم ﷺ نے نکاح فرمایا یعنی اُم المومنین سیدہ زینب رضی اللہ عنہا) اسلئے کہ حضرت داود علیہ السلام کی نظر حالت صحو (یعنی حالت ہوش) میں تھی اور ہمارے پیغمبر ﷺ کی نظر حالت سکر (یعنی مدہوشی کی حالت) میں تھی۔[کشف المحجوب باب ۱۴ سکر اور صحو کا بیان: دیوبندی ترجمہ: مولانا عبدالرؤف فاروقی صفحہ ۲۹۱ بریلوی ترجمہ: مولان فضل الدین گوھر صفحہ ۲۶۷]

وحی کا فیصلہ: وَالنَّجْمِ إِذَا هَوَىٰ ۔ مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوَىٰ ۔وَمَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ ۔ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ۔ترجمہ آیت مبارکہ: قسم ہے ستارے کی جب وہ اترے۔تمہارے صاحب (محمد ﷺ) نہ تو کبھی بہکے ہیں اور نہ ہی کبھی ٹیڑی راہ پر چلے ہیں اور نہ ہی وہ اپنی خواہش نفس سے کوئی بات کہتے ہیں بلکہ وہ تو نہیں مگر وحی جو (اللہ تعالیٰ کی طرف سے) انھیں کی جاتی ہے۔[سورۃ النجم۔آیت نمبر ۱ تا ۴]

الجواب بعنوان الوھاب:

اول: اس بارے میں عرض یہ ہے کہ مرزا جی نے جو اس عبارت میں حالت صحو کے معنی ہوش اور سکر کے معنیٰ مدہوشی کے کیے ہیں وہ سیاق وسباق سے ہٹ کر بیان کیے ہیں۔کیونکہ جب حضور داتا صاحب رحمۃ اللہ علیہ

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

نے اس عبارت میں کسی بھی جگہ حالت صحو اور حالت سکر کے معنی نہیں کیے جبکہ بریکیٹ ( ) میں اس کے دیے ہوئے معنی بالکل غلط ہیں اور مرزا جی کی تحریف اور اضافہ جات ہیں۔

دوم: حضرت داوٗد علیہ السلام کی عبارت نقل کرنے سے قبل خود حضور داتا صاحب رحمۃ اللہ علیہ حالت صحو اور حالت سکر کی تعریف حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ سے کچھ یوں کرتے ہیں!!

اور جن لوگوں نے سکر کو صحو سے افضل سمجھا ہے ان میں سے حضرت بایزید بسطامیؒ اور ان کے متبعین ہیں۔ وہ (حضرت بایزید بسطامیؒ) کہتے ہیں کہ صحو، صفیت آدمیت پر تمکین و اعتدال کی صورت پیدا کرتا ہے اور یہ اللہ تعالیٰ سے حجاب اعظم ہے اور سکر، آفت کے زائل ہونے، صفات بشریت میں نقص آنے، بندے کے اختیار و تدبیر کے چلے جانے، معنوی بقا کے ساتھ حق تعالیٰ میں بندے کے تصرفات کے فناء ہونے اور اس کے قوت کے فنا ہونے سے جو بندے میں اس کی جنس کے خلاف ہے، سے حاصل ہوتی ہے اور یہ حالت صحو سے زیادہ بلیغ، زیادہ تام اور زیادہ کامل ہوتی ہے۔ چنانچہ حضرت داوٗد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم حالت صحو میں تھے تو ان سے ایک فعل صادر ہوا جس حق تعالیٰ نے ان سے منسوب کر دیا اور فرمایا۔ و قتل داؤد جالوت (سورۃ البقرۃ آیت ۲۵۱) اور داوٗد نے جالوت کو قتل کیا۔ اور مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم حالت سکر میں تھے۔ چنانچہ ایک فعل آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے صادر ہوا تو حق تعالیٰ نے وہ فعل اپنی طرف منسوب فرمالیا۔ قولہ تعالیٰ و ما رمیت اذ رمیت و لکن اللہ رمیٰ۔ (سورہ الانفال، آیت ۱۷) اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے کنکریاں نہیں پھینکی جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے پھینکی لیکن وہ تو اللہ تعالیٰ نے پھینکیں۔

پس دیکھئے کہ بندے (نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کا بندے (حضرت داوٗدؑ) کے درمیان کتنا فرق ہے۔ ایک بندہ (حضرت داوٗدؑ) جو اپنے وجود میں قائم تھا اور اپنی صفات سے ثابت اس کے متعلق ارشاد ہوا کہ تم نے قتل کیا یہ اس کی کرامت کا اظہار تھا۔ اور ایک وہ بندہ (نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) ہے جو حق تعالیٰ کے ساتھ قائم رہتا تھا اور اپنی صفات سے فانی ہو چکا تھا۔ اس فعل کو (اللہ تعالیٰ نے) اپنا فعل فرمایا اور کہا کہ جو کچھ (آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے) کیا ہم نے کیا۔ پس بندے کے فعل کی نسبت خدا تعالیٰ کے ساتھ ہونا، اُس نسبت سے بہتر ہے جو حق تعالیٰ کے فعل کی نسبت ہو، اور بندے سے کی جائے۔ جب حق کے فعل کی نسبت بندے کے ساتھ ہو تو بندہ اپنے وجود کے ساتھ قائم ہوتا ہے اور جب بندے کے فعل کی نسبت حق تعالیٰ سے ہو تو وہ حق تعالیٰ سے قائم ہوتا ہے۔ جب بندہ اپنے وجود کے ساتھ قائم ہوتا ہے تو اس کی حالت وہی

ہوتی ہے جو داوٗد علیہ السلام کی تھی۔ ان کی نظر اس جگہ پڑی۔۔۔۔

(کشف المحجوب صفحہ ۲۳۰۔۲۳۱، کرمانوالہ بک شاپ)

قارئین کرام! اس عبارت میں کسی جگہ صحو کی تعریف میں حالت ہوش اور سکر کی تعریف میں مدہوشی نہیں لکھا مگر جناب مرزا جی نے اس عبارت میں اپنا ترجمہ ڈالنے کی جو ہمت کی ہے اللہ تعالیٰ جل جلالہ سے وہ اس تحریف کی معافی مانگیں اور اس عبارت پر اعتراض کرنے سے رجوع کریں۔

سوم: حضور داتا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کشف المحجوب میں سکر و صحو کے باب کے بالکل شروع میں جو لکھا ہے اگر مرزا صاحب اس عبارت کو ہی پڑھ لیتے تو ایسا اعتراض کرنے کی جسارت نہ کرتے۔ حضور داتا صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں! جان لے اللہ تعالیٰ تجھے سعادت دے کہ سکر و غلبہ کو ارباب معانی نے اللہ تعالیٰ کے غلبہ محبت سے عبارت کیا ہے اور صحو حصول مراد سے عبارت ہے۔ اہل معانی نے ان کے بارے میں خاصی سخن زنی کی ہے۔ (کشف المحجوب ص ۲۳۰ کرمانوالہ بک شاپ)

اس باب کے اختتام پر داتا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے پھر صحو اور سکر کی اقسام بھی بیان کیں ہیں۔ اگر مرزا صاحب ان اقسام کی بحث ہی دیکھ لیتے تو حضور داتا صاحب کی عبارت میں صحو کا معانی حالت ہوش اور سکر کا معانی حالت مدہوشی کرنے کی ہمت نہ کرتے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں پڑھے لکھے جہالوں سے محفوظ فرمائے۔

چشتی رسول اللہ کے کلمہ کا تحقیقی جائزہ:

انجینئر محمد علی مرزا صاحب اعتراض کرتے ہوئے لکھتے ہیں!

علماء کا نظریہ: خواجہ قطب الدین بختیار کاکی صاحب (جو خلیفہ تھے خواجہ معین الدین چشتی صاحب کے) ایک دفعہ انکے پاس ایک شخص آیا اور عرض کیا کہ میں مرید ہونے آیا ہوں۔ خواجہ صاحب نے فرمایا: جو کچھ ہم کہیں گے کرے گا اگر یہ شرط منظور ہے تو مرید کروں گا۔ اُس نے کہا جو کچھ آپ کہیں گے وہی کروں گا۔ خواجہ قطب الدین بختیار کاکی نے فرمایا: تو کلمہ اسطرح پڑھتا ہے۔ [لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ] تو اب ایک بار اس طرح پڑھ [لا الہ الا اللہ چشتی رسول اللہ] چونکہ راسخ العقیدہ تھا اس نے فوراً پڑھ دیا۔ خواجہ صاحب نے اس سے بیعت لی اور بہت کچھ خلعت و نعمت عطا فرمایا اور کہا: میں نے فقط تیرا امتحان لیا تھا کہ تجھ کو مجھ سے کس قدر عقیدت ہے ورنہ میرا مقصود نہ تھا کہ تجھ سے اس طرح کلمہ

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

پڑھواتا۔[بزرگ (بریلوی+دیوبندی) خواجہ فرید الدین گنج شکر صاحب، ہشت بہشت (فوائد السالکین)صفحہ ۱۹ شبیر برادرز]

وحی کا فیصلہ: ترجمہ صحیح حدیث: سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اسلام کی بنیاد ۵ چیزوں پر رکھی گئی ہے: گواہی دینا (لا الہ الا اللہ) اور یہ کہ (محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور نماز قائم کرنا، اور زکوٰۃ ادا کرنا، اور حج کرنا اور رمضان کے روزے رکھنا۔

[صحیح بخاری کتاب الایمان حدیث نمبر ۸، صحیح مسلم کتاب الایمان حدیث نمبر ۱۱۳]

الجواب بعنوان الوهاب:

اس حوالہ کی بابت چند معروضات پیش خدمت ہیں۔

اول: یہ کہ کسی بھی اعتراض کے جواب کئی طرح کے ہوتے ہیں۔ایک: تحقیقی، دوسرا: الزامی اور تیسرا: کسی بھی اعتراض کو فرضاً مان کر جواب۔

دوم: چشتی رسول اللہ کا کلمہ پڑھوانا کسی بھی سند صحیحہ کے ساتھ حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ سے ثابت نہیں۔اگر اعتراض کرنا ہے تو یہ بات باسند صحیح ثابت کریں۔کیونکہ یہ فوائد السالکین نامی کتاب تو حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ کی اپنی نہیں ہے۔

سوم: اگر کوئی یہ کہے کہ فوائد السالکین تو حضرت خواجہ قطب الدین کاکی رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات ہیں جو انکے مرید اور خلیفہ حضور فرید الدین گنج شکر علیہ الرحمہ نے جمع کیے ہیں۔تو اس بارے میں جواباً عرض یہ ہے کہ فوائد السالکین نامی کتاب کا حضرت قطب الدین کاکی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف انتساب اور حضرت گنج شکر علیہ الرحمہ کا ان ملفوظات کو جمع کرنا بھی مشکوک ہے غیر معتبر ہے۔کیونکہ اس کتاب کے جتنے بھی نسخے ابھی تک دریافت ہوئے یا جن لوگوں نے فوائد السالکین کا انتساب ان لوگوں کی طرف کیا ہے وہ سنداً ثابت نہیں۔فوائد السالکین میں درج تمام مجلسیں ۵۸۴ھ کی ہیں۔اور کسی نسخہ کی سند نہ تو متصل ہے اور نہ ہی اس دور کا لکھا یا مدون ہونا ثابت ہوسکا ہے۔لہذا جو کتاب سنداً بھی ثابت نہ ہو تو ایک جید عالم دین اور عالم باصفا صوفی کی طرف اس عبارت کا انتساب انتہائی جرات مندی ہوگی۔

چهارم: اگرچہ فوائد السالکین کا انتساب بحیثیت ملفوظاتِ حضرت خوابہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف چند شخصیات نے کیا ہے۔اور ان کا یہ احتمال درست مان بھی لیا جائے تو موجودہ فوائد السالکین

میں موجود کلمہ چشتی رسول اللہ کا اس کتاب میں ہونا تحریف ہی ہوسکتی ہے۔کیونکہ موجودہ دستیاب فوائد السالکین میں بہت ساری باتیں نہ تاریخی طور پر ثابت ہیں اور نہ تحقیقاً۔اور بہت سارے واقعات تو گھڑے ہوئے لگتے ہیں۔فوائد السالکین نامی موجودہ کتاب میں ایسے واقعات لکھے ہیں جو اس کتاب کے مدون ہونے کے بہت عرصے بعد رونما ہوئے تو یہ کیسے ہوگیا کہ ۵۰ یا ۱۰۰ سال بعد کے واقعے اس کتاب میں بیان کردیے جائیں۔ان وجوہ سے موجودہ فوائد السالکین نامی کتاب غیر معتبر اور ناقابل اعتبار ٹھہرتی ہے۔لہذا اس کتاب کا انتساب ان بزرگ ہستیوں کے طرف کرنا نہایت غیر مناسب ہے۔فوائد السالکین نہ تو خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات ہیں اور نہ انکے جامع حضرت بابا گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ ہوسکتے ہیں۔بلکہ یہ ہی کتاب نہیں بلکہ صوفیاء کرام کے دیگر ملفوظات مثلاً فوائد الفوائد، اسرار الاولیاء وغیرہ بھی کافی مشکوک اور سنداً غیر ثابت ہیں۔قارئین کرام! یہ بات کوئی اچنبے کی بات نہیں بلکہ زمانہ قدیم سے اہل سنت و جماعت اور صوفیاء کرام کی کتابوں میں تحریف ہوتی رہی ہے۔ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کی کتابوں کے ساتھ بھی یہ ہوا۔جبکہ علامہ شعرانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس بات کا برملا اظہار کیا کہ ان کی حیات میں ان کی کتابوں میں تحریف ہوئی۔شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اور شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہم کی کتابوں کے ساتھ ان کی حیات میں جو ہوا وہ کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں۔لہذا جب تک کوئی بات سنداً ثابت نہ ہو اس پر کسی قسم کا کلام اور اعتراض اصول اور انصاف کے منافی ہے۔

پنجم: اہل سنت و جماعت نے چشتی رسول اللہ کے کلمہ کا جو جواب دیا ہے [کہ یہ واقعہ شطیحات کے قبیل میں سے ہے لہذا اس پر اعتراض نہیں کرنا چاہئے] ان جوابات سے یہ اخذ کرنا کہ یہ عالم اس بات کو صحیح ثابت سمجھتے ہیں۔تو ایسی بات کرنا بھی جہالت ہے کیونکہ ان علماء کرام نے ایسی عبارتوں کو ہرگز صحیح نہیں مانا بلکہ ان کو بالفرض محال صحیح مان کر اس کے جوابات دیے ہیں جو اپنی جگہ پر درست ہیں۔مگر یہ بات اپنی جگہ قائم ہے کہ ان بزرگوں سے ایسے اقوال ثابت کرنے کے لئے قطعی ثبوت کی ضرورت ہے۔جبکہ دوسری طرف ایسی کتابوں کا انتساب کرنا بھی غلط ہے۔دوسری طرف ناشرین حضرات ایسی مشکوک طبع کرواتے ہیں ان کا الزام علماء کرام پر ڈالنا غلط اور لغو ہے۔علماء اور مشائخ ایسی کتابوں کے مندرجات سے بری الذمہ ہیں جن کا انتساب صحیح ثابت نہ ہوسکے۔اور ان کتابوں سے بری الذمہ ہونے کا اقرار خود اعلیٰ حضرت نے متعدد مقامات پر فتاویٰ رضویہ میں کیا ہے۔اور محدث کچھوچھوی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

ان کتابوں کا انتساب ان بزرگان دین کی طرف کرنے پر بڑی شدت سے ردّ کیا ہے۔لہذا اہل سنت و جماعت کے علماء پر ایسے اعتراض کرنا جہالت ہے۔

الزامی جواب: اگر آپ اپنے عقیدے میں سچے ہیں تو پھر غیر مقلد عالم قاضی سلیمان پوری پر اعتراض کرکے دکھائیں جنھوں نے خواجہ قطب الدین کاکی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں ایک شعر لکھا ہے۔

مرشد کامل است سال وفات سر تسلیم تاج رفعت یافت

اور حضرت بابا گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں لکھا ہے۔آل شیخ فرید دین و دنیا گنج شکر و خازنئ اصفیا

اور حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں لکھا ہے۔

معین الدین حسن آں سید پاک کہ از سنجر سوئے اجمیر آمد

زشرع پاک مفتاح بقایافت زہیر باغ فانی اُو بقا یافت

مجھے اُمید ہے کہ قارئین کرام! اس تحقیق کو بغور مطالعہ کرکے حق اور سچائی کا ساتھ دیں گے اور مسلک حقہ کے طرف اپنی توجہ ضرور مبذول رکھیں گے۔اللہ تعالیٰ ہمیں ان فتنوں سے محفوظ فرمائے۔(آمین)

بقیہ:بادشاہ جنازہ اور میت

لوگ تو اس کے متعلق یہ یہ باتیں کررہے تھے اور اس کی میت کو ہاتھ لگانے کو تیار نہ تھے۔
اس شخص کی بیوی نے کہا!! مجھے بھی لوگوں پر یہی توقع تھی۔اصل حقیقت یہ ہے کہ میرا خاوند ہر روز شراب خانے جاتا جتنی ہوسکے شراب خریدتا اور گھر لا کر گڑھے میں بہا دیتا اور کہتا کہ چلو کچھ تو گناہوں کا بوجھ مسلمانوں سے ہلکا ہوا۔اسی طرح ہر رات کو ایک طوائف کے پاس جاتا اور اس کو ایک رات کی اُجرت دے دیتا اور اس کو کہتا کہ اپنا دروازہ بند کرلے کوئی تیرے پاس نہ آئے، گھر آکر کہتا الحمدللہ آج اس عورت کا اور نوجوان مسلمانوں کے گناہوں کا میں نے کچھ بوجھ ہلکا کردیا ہے۔لوگ اس کو شراب خانے اور طوائف کے گھر آتا جاتا دیکھتے تھے۔میں اسے کہتی تھی یاد رکھ جس دن تو مر گیا لوگوں نے نہ تجھے غسل دینا ہے نہ تیری نماز جنازہ پڑھنی ہے اور نہ تجھے دفنانا ہے وہ مسکرا دیتا اور مجھے کہتا کہ گھبرا مت تو دیکھے گی کہ میرا جنازہ وقت کا بادشاہ، علماء اور اولیاء پڑھیں گے، بادشاہ رو پڑا اور کہنے لگا میں ''سلطان مراد ہوں''، کل ہم اس کو غسل دیں گے۔اس کی نماز جنازہ پڑھیں گے اور ہم ہی اس کی تدفین کریں گے۔چنانچہ اس کا جنازہ بادشاہ وقت، علماء، اولیاء اور کثیر عوام نے پڑھا۔
آج ہم بظاہر کچھ دیکھ کر یا محض دوسروں سے سن کر اہم فیصلے کر بیٹھتے ہیں، اگر ہم دوسروں کے دلوں کے بھید جان لیں تو ہماری زبانیں گونگی ہو جائیں۔
اللہ پاک ہمیں صحیح معنوں میں عمل کرنے کی توفیق عطاء فرمائے آمین۔

مسح علی الجوربین کا تحقیقی جائزہ

ابو اسامہ ظفر القادری بکھروی (دوسری و آخری قسط)

اب غیر مقلدین کے استدلالات کے جوابات ملاحظہ فرمائیں:

غیر مقلدین کے ذہبی زماں زبیر علی زئی لکھتے ہیں:

[عَنْ ثَوْبَانَ قَالَ بَعَثَ رَسُولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم سَرِيَّةً .....أَمَرَهُمْ أَنْ يَمْسَحُوا عَلَى الْعَصَائِبِ وَالتَّسَاخِينِ.]

ثوبان (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجاہدین کی ایک جماعت بھیجی اور انہیں حکم دیا کہ پگڑیوں اور گرم کرنے والی اشیاء (جرابوں اور موزوں) پر مسح کریں

(سنن ابو داؤد ج1 ص21 ح146)

آگے لکھتے ہیں: اس حدیث پر امام احمد رحمہ اللہ کی جرح کے جواب کے لئے نصب الرایہ (ج1 ص165) وغیرہ دیکھیں (فتاویٰ علمیہ: ج1 ص220)

جواب:

زبیر علی زئی نے جو روایت پیش کی اس کی سند کے حوالہ سے جس جرح کا ذکر انھوں نے خود کیا وہ پیش خدمت ہے

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

[سمعته يقول راشد بن سعد لم يسمع من ثوبان]

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے بیٹے عبداللہ بن احمد بن حنبل فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے باپ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ سے سنا وہ فرماتے ہیں کہ راشد بن سعد نے حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے کچھ نہیں سنا (یعنی یہ منقطع روایت ہے)

(العلل ومعرفة الرجال لاحمد بن حنبل: 1 / 346 رقم 642)

امام ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

[قال أبو عبيد: "العصائب": العمائم أخرجه أبو داود من طريق راشد بن

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

سعد عن ثوبان وهو منقطع.]

ابوعبید نے فرمایا العصائب العمائم اس کو امام ابوداؤد نے راشد بن سعد عن ثوبان کے طریق سے تخریج کیا یہ منقطع روایت ہے۔ (تلخیص الحبیر لابن حجر عسقلانی: 1/281)

علامہ ابی إسحاق الحوینی لکھتے ہیں:

[ولكن أعله الحافظ ابن حجر في (التلخيص) بقوله: هو منقطع: ولعله يشير إلى ما نقلوه عن أحمد وأبي حاتم، وإبراهيم الحربي أن راشد بن سعدٍ لم يسمع من ثوبان.]

اور لیکن اس کی علت حافظ ابن حجر عسقلانی ؒ نے تلخیص میں یہ بیان کی کہ یہ منقطع روایت ہے اس کو نقل کیا امام احمد و ابی حاتم اور ابراہیم الحربی نے کہ بے شک راشد بن سعد نے حضرت ثوبان ؓ سے کچھ نہیں سنا۔ (الفتاوی الحدیثیۃ للحوینی: 1/461)

علامہ یوسف بن ہاشم بن عابد اللحیانی لکھتے ہیں:

[كرواية راشد بن سعد الحمصي عن ثوبان مولى رسول الله صلى الله عليه وسلم، ولم يصرح بالسماع منه في شيء من رواياته عنه فقال الإمام أحمد: راشد بن سعد لم يسمع من ثوبان.]

جیسے روایت راشد بن سعد عن ثوبان مولیٰ رسول اللہ ﷺ ان کی روایات میں سماع کی تصریح نہیں، امام احمد بن حنبل نے فرمایا کہ راشد بن سعد نے حضرت ثوبان ؓ سے کچھ نہیں سنا

(الخبر الثابت یوسف بن ہاشم بن عابد اللحیانی: ص 12)

علامہ ابن ابی حاتم الرازی لکھتے ہیں:

[أخبرنا عبد الله بن أحمد بن حنبل فيما كتب إلي قال قال أحمد يعني ابن حنبل راشد بن سعد لم يسمع من ثوبان]

امام احمد بن حنبل ؒ فرماتے ہیں کہ راشد بن سعد نے حضرت ثوبان ؓ سے کچھ نہیں سنا (سندہ صحیح)

(المراسیل لابن ابی حاتم الرازی: ص 14 رقم 207)

السید اَبو المعاطی النوری لکھتے ہیں:

[راشد من سعد المقرائي, ويقال: الحبراني الحمصي. قال عبد الله بن أحمد: سمعته أبي يقول: راشد بن سعد لم يسمع من ثوبان.]

راشد بن سعد المقرائی اور انہیں الحبرانی الحمصی بھی کہتے ہیں عبداللہ بن احمد فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والد احمد بن حنبل سے سنا وہ فرماتے ہیں کہ راشد بن سعد نے حضرت ثوبان ؓ سے کچھ نہیں سنا

(موسوعۃ أقوال أحمد بن حنبل فی الجرح والتعدیل: السید اَبو المعاطی النوری: 2/369 حرف را)

امام ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

[وقال أبو حاتم والحربي لم يسمع من ثوبان]

اور فرمایا ابو حاتم اور الحربی نے کہ (راشد بن سعد نے) حضرت ثوبان ؓ سے کچھ نہیں سنا۔

(تہذیب التہذیب: 3/196)

امام مغلطائی لکھتے ہیں:

[وقال الحربي في كتاب العلل: راشد لم يسمع من ثوبان]

اور الحربی نے کتاب العلل میں فرمایا کہ راشد نے حضرت ثوبان ؓ سے کچھ نہیں سنا۔

(شرح ابن ماجہ للمغلطائی: 1/675)

علامہ ابن کثیر لکھتے ہیں:

[قد نص احمد بن حنبل على انه لم يسمع من ثوبان]

تحقیق امام احمد بن حنبل ؒ سے نص ہے کہ بے شک اس نے (راشد بن سعد نے) حضرت ثوبان ؓ سے کچھ نہیں سنا (مسند الفاروق لابن کثیر: 1/248)

ابی زرعہ عراقی لکھتے ہیں

[راشد بن سعد الحمصي قال احمد بن حنبل لم يسمع من ثوبان]

راشد بن سعد الحمصی کے بارے میں امام احمد بن حنبل ؒ نے فرمایا کہ اس نے حضرت ثوبان ؓ سے کچھ نہیں سنا۔ (تحفۃ التحصیل فی ذکر رواۃ المراسیل أبی زرعہ العراقی: 1/48)

ماہر یاسین الفحل لکھتے ہیں:

[لَكِنْ أعلَّ بعض أهل العلم هَذَا الحَدِيث بالانقطاع فَقَدْ قَالَ ابن أبي حاتم:

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

[أنبأنا عَبدُ الله بن أحمد بن حَنبَل فِيمَا كتب إليَّ قَالَ : قَالَ أحمد يعني ابن حَنبَل : راشد ابن سعد لَمْ يَسمَع من ثوبان .وَقَالَ الحافظ ابن حجر : قَالَ أبو حاتم : والحربي لَمْ يَسْمَع من ثوبان]

لیکن اس حدیث میں بعض اہل علم نے ایک علت یہ بیان کی کہ یہ منقطع ہے پس ابن ابی حاتم نے عبداللہ بن احمد بن حنبل سے ان کی کتاب سے روایت کیا کہ امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں کہ راشد بن سعد نے حضرت ثوبان سے کچھ نہیں سنا اور ابن حجر عسقلانی نے فرمایا کہ ابو حاتم اور الحربی نے کہا کہ (راشد بن سعد نے) حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے کچھ نہیں سنا۔

(أثر اختلاف المتون والأسانيد في اختلاف الفقهاء: ماہر یاسین الفحل 1/170)

ناصر الدین البانی لکھتے ہیں:

[لم يسمع من ثوبان .وقال أحمد]

امام احمد فرماتے ہیں کہ (راشد بن سعد نے) حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے کچھ نہیں سنا

(السلسلة الضعيفة للالبانی 12/63)

یہ تو تھی اس روایت کی سند پر جرح اگر یہ راوی اتنا ہی صحیح درجہ کا ہے اور امام بخاری رحمہ اللہ نے اس کا سماع ثابت کیا ہے تو پھر اس سے صحیح بخاری میں روایت کیوں نہیں لی؟ [وَرَاشِدُ بْنُ سَعْدٍ لَمْ يَحتَجَّ بِهِ الشَّيْخَانِ] اور راشد بن سعد سے امام بخاری رحمہ اللہ اور امام مسلم رحمہ اللہ نے اپنی اپنی صحیح میں احتجاج نہیں کیا۔ (نصب الرایۃ 1/165)

اب ذرا اس روایت کے معانی کی بات کیا ہے ملاحظہ فرمائیے:

التساخین کا معنی:

سنن ابوداؤد ترجمہ و فوائد ابو عمار عمر فاروق سعیدی تحقیق و تخریج حافظ زبیر علی زئی، جلد اول ص 178 باب مسح علی العمامۃ ح 146 میں التساخین کا معنی موزے کیا ہے

[والعصائب: العمائم، والتَّساخين: الخفاف. قاله الإمام أحمد("المسائل" رواية عبد الله: (1/ 125-126-رقم: 161)]۔ (تنقیح التحقیق لابن الہادی 1/213)

[أمَرَهُمْ أن يمسحوا على التَّسَاخِين] هي الخِفاف]

(النہایہ فی غریب الاثر لابن الاثیر: 1/501)

[التساخين وهی الخفاف.] (اساس البلاغۃ الزمخشری: 1/212)

[التَّسَاخِينُ ....وجاءَ ذِكْرُه في الحدِيثِ. فقالَ مَنْ تَعاطَى تَفْسِيرَه هي الخِفافُ]

(تاج العروس من جواہر القاموس للزبیدی: جز 35/177)

[قال أبو عُبيد: التَّسَاخِينُ: الخِفَافُ.] (تہذیب اللغۃ ابو المنصور: 7/82)

[التَّساخينُ: الخِفاف الواحد تَسْخانٌ ....التّساخين أي: الخِفاف]

(کتاب العین الفراہیدی: 4/332، 6/280)

[التَّساخين في الحديث فقال مَنْ تعاطَى تفسيرَه هو الخُف]

(لسان العرب: 13/204)

[التَّسَاخِينُ الخفاف] (مختار الصحاح للرازی: ص 326)

[التساخِينُ الخِفَافُ] (محیط فی اللغۃ: 1/383)

[التساخين: الخفاف] (شرح ابی داؤد للعینی: 1/345)

[وَالتَّسَاخِينُ: الْخِفَافُ] (نصب الرایۃ: 1/165)

القاموس الوحید ص 460 میں ہے [الخف: (اونٹ یا شتر مرغ کی) ٹاپ، قدم، قدم کا وہ حصہ جو زمین کو لگے، چرمی موزہ]

المنجد ص 284،285 میں ہے [تَخَفَّفَ: چمڑے کا موزہ پہننا ...الخُفّ: موزہ چرمی (یعنی چمڑے کا موزہ) الخَفَّاف: چرمی موزے بنانے والا یا بیچنے والا]

مصباح اللغات ص 207 میں بھی اسی طرح معانی لکھے ہیں

لہٰذا جب یہ روایت سنداً ابھی اس درجہ کی نہیں ہے اور متن بھی باریک اونی یا سوتی جرابوں کے معنی میں صریح نہیں ہے جیسا کہ خود زبیر علی زئی نے اس روایت کے ترجمہ بھی لکھا ہے اور دلائل سے ہم نے بھی واضح کیا ہے کہ التساخین کا معنی چمڑے کے موزے ہیں اس لئے اس سے استدلال کر کے قرآن کریم کے صریح حکم کو مقید کیا جائے درست نہیں ہے یہ صرف زبیر علی زئی کی زبردستی ہے

اس کے بعد زبیر علی زئی غیر مقلد امام ابوداؤد رحمہ اللہ کے حوالے سے آثار صحابہ کے متعلق لکھتے ہیں:

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

[مَسَحَ عَلَى الْجَوْرَبَيْنِ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ وَابْنُ مَسْعُودٍ وَالْبَرَاءُ بْنُ عَازِبٍ وَأَنَسُ بْنُ مَالِكٍ وَأَبُو أُمَامَةَ وَسَهْلُ بْنُ سَعْدٍ وَعَمْرُو بْنُ حُرَيْثٍ وَرُوِيَ ذَالِكَ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ وَابْنِ عَبَّاسٍ.]

اور علی بن ابی طالب، ابو مسعود (ابن مسعود) اور براء بن عازب، انس بن مالک، ابو امامہ، سہل بن سعد، اور عمرو بن حریث نے جرابوں پر مسح کیا اور عمر بن خطاب اور ابن عباس سے بھی جرابوں پر مسح مروی ہے (رضی اللہ عنہم اجمعین) (سنن ابو داؤد: 1/24 ح159)

آگے لکھتے ہیں: علامہ ابن قدامہ فرماتے ہیں: ''وَلِأَنَّ الصَّحَابَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ، مَسَحُوا عَلَى الْجَوَارِبِ، وَلَمْ يَظْهَرْ لَهُمْ مُخَالِفٌ فِي عَصْرِهِمْ، فَكَانَ إِجْمَاعًا'' اور چونکہ صحابہ نے جرابوں پر مسح کیا ہے اور ان کے زمانے میں ان کا مخالف ظاہر نہیں ہوا لہٰذا اس پر اجماع ہے کہ جرابوں پر مسح کرنا صحیح ہے

(المغنی 1/181 مسئلہ 426) خفین پر مسح متواتر احادیث سے ثابت ہے جرابیں بھی خفین کی ایک قسم ہیں جیسا کہ سیدنا انس رضی اللہ عنہ، ابراہیم نخعی، نافع وغیرہم سے مروی ہے جو لوگ جرابوں پر مسح کے منکر ہیں ان کے پاس، حدیث، اجماع سے ایک بھی صریح دلیل نہیں ہے (فتاوٰی علمیہ: ج1 ص220،221)

جواب نمبر 1:

ان حضرات نے جن جرابوں پر مسح فرمایا وہ یا تو چمڑے کی تھیں یا اتنی موٹی اور دبیز تھیں جو مثل چمڑے کے تھیں کیونکہ جن حضرات نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو دیکھا ہے ان میں حضرت حسن بصری اور حضرت سعید بن مسیب بھی ہیں جو کہ جید تابعین میں سے ہیں وہ اس بارے میں فرماتے ہیں:

[حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ، قَالَ: أَخْبَرَنَا يُونُسُ، عَنِ الْحَسَنِ (ح) وَشُعْبَةَ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيِّبِ، وَالْحَسَنِ أَنَّهُمَا قَالَا: يُمْسَحُ عَلَى الْجَوْرَبَيْنِ إِذَا كَانَا صَفِيقَيْنِ.] (سندہ صحیح)

ترجمہ: حضرت امام حسن بصری اور حضرت سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہم فرماتے ہیں کہ جرابوں پر مسح جائز ہے بشرطیکہ وہ خوب موٹی ہوں۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: 1/188 رقم الحدیث 1988، کتاب الطہارۃ، باب فی المسح علی الجوربین)

فائدہ: لغت میں ''صَفِيق'' اس کپڑے کو کہتے ہیں جو خوب مضبوط اور موٹا ہو۔

چنانچہ علامہ ناصر الدین المطرزی لکھتے ہیں:

[(وَثَوْبٌ صَفِيقٌ) خِلَافُ سَخِيفٍ.]

ترجمہ: ''ثوب صفیق'' موٹے کپڑے کو کہتے ہیں اور یہ باریک کپڑے کا الٹ ہے۔

(المغرب فی ترتیب المعرب: 3/265)

احمد بن محمد المقری لکھتے ہیں:

[وَصَفُقَ الثَّوْبُ بِالضَّمِّ صَفَاقَةً فَهُوَ صَفِيقٌ خِلَافُ سَخِيفٍ]

ترجمہ: (صَفُقَ الثوب) کا معنی کپڑے کا موٹا ہونا اور یہ باریک کپڑے کا الٹ ہے۔

(المصباح المنیر فی غریب الشرح الکبیر: 1/343)

حضرت سعید بن المسیب رحمۃ اللہ علیہ (م 93ھ) اور حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ (م 110ھ) دونوں تابعین میں سے ہیں اور ظاہر ہے کہ انہوں نے حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا عمل دیکھ کر ہی فتویٰ دیا ہوگا معلوم ہوا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم بھی عام پتلی جرابوں پر مسح کے قائل و فاعل نہیں تھے کہ ان سے غیر مقلدین کا موقف ثابت ہو۔

عربی عالم دکتور ماہر یاسین الفحل جرابوں کے مسح پر اپنی تحقیق لکھتے ہیں:

[أما أحاديث المسح عَلَى الجوربين ففي صحتها كلام كَمَا سبق، فكيف يعدل عن غسل القدمين إلى المسح عَلَى الجوربين مطلقاً، وإلى هَذَا الفهم ذهب الإمام مُسْلِم بقوله: (لا يترك ظاهر القرآن بمثل أبي قيس وهزيل). فلأجل هَذَا فإن عدداً من أهل العلم اشترطوا لجواز المسح عَلَى الجوربين قيوداً ليكونا في معنى الخفين، ويدخل الجوربان في معنى الخفين، فرأى بعضهم أن الجوربين إذا كانا مجلدين كانا في معنى الخفين، ورأى بعضهم أنهما إذا كانا منعلين كانا في معناهما، وعند بعضهم أنهما إذا كانا صفيقين ثخينين كَانَا في معناهما. والذي أميل إِلَيْهِ أن الجوربين إذا كانا ثخينين فهما في معنى الخفين يجوز المسح عليهما، أما إذا كانا رقيقين فهما ليسا في معنى الخفين، وفي جواز

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

المسح علیھما تأمل، واللہ أعلم .]

اس عبارت کا خلاصہ یہ ہے کہ جرابوں پر مسح کرنے والی احادیث کی صحت پر کلام پیچھے آپ نے ملاحظہ فرمایا تو پھر پاؤں کو دھونے کی بجائے مطلق جرابوں پر مسح اس فہم سے کیسے کیا جائے بقول امام مسلم ابی قیس وہزیل کی روایت کی وجہ سے قرآن کے ظاہر کو ترک نہیں کیا جائے گا جرابوں پر مسح کے جواز میں اہل علم نے کچھ شرائط اور کچھ قیدیں لگائیں ہیں پھر وہ موزوں کے معنی میں ہیں جب جرابیں مجلد ہوں، اور جب منعل ہوں اور جب صفیقین (موٹی) ثخینین (جس جراب میں تین شرطیں پائی جائیں) ہوں تو یہ موزوں کے معنی میں ہوں گی اور جب ان میں خفین (موزوں کا) معنی پایا جائے گا تو ان پر مسح کرنا جائز ہوگا، اور جب رقیقین (پتلی) جرابیں جو خفین (موزوں) کے معنی میں نہیں ہیں تو ان پر مسح سے پرہیز کیا جائے گا واللہ اعلم (حدیث المسح علی الجوربین دراسۃ نقدیۃ ماہر یاسین الفحل: ص 24)

اسی طرح یہی بات انہوں نے اپنی کتاب [أثر اختلاف المتون والأسانید فی اختلاف الفقہاء: 1/173] میں لکھی ہے

تابعین کرام نے بھی اسی مفہوم کو روایت کیا ہے:

[حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، عَنْ عَطَاءٍ، قَالَ: الْمَسْحُ عَلَى الْجَوْرَبَيْنِ بِمَنْزِلَةِ الْمَسْحِ عَلَى الْخُفَّيْنِ.]

ترجمہ: حضرت عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ (موٹی) جرابوں پر مسح مسح خفین (موزوں) کی مانند ہے (مصنف ابن ابی شیبہ: 1/189 رقم 2003)

[حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ، عَنْ عَبَّادِ بْنِ رَاشِدٍ، قَالَ: سَأَلْتُ نَافِعًا عَنِ الْمَسْحِ عَلَى الْجَوْرَبَيْنِ؟ فَقَالَ: هُمَا بِمَنْزِلَةِ الْخُفَّيْنِ.]

ترجمہ: عباد بن راشد نے حضرت نافع سے سوال کیا (موٹی) جرابوں پر مسح کے بارے میں تو انہوں نے فرمایا کہ وہ (موٹی جرابیں) خفین (موزوں) کی مانند ہیں۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: 1/189 رقم 2004)

[حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنِ عَيَّاشٍ، عَنْ حُصَيْنٍ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، قَالَ: الْجَوْرَبَانِ وَالنَّعْلَانِ بِمَنْزِلَةِ الْخُفَّيْنِ.]

ترجمہ: حضرت ابراہیم نخعی فرماتے ہیں کہ (موٹی) دونوں جرابوں اور دونوں جوتوں پر مسح موزوں پر مسح کی مانند ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: 1/188 رقم 1987)

جواب نمبر 2:

عبدالرحمن مبارکپوری غیر مقلد (م 1353ھ) اس کے بارے میں لکھتے ہیں:

[انہ لم یثبت ان الجواربۃ التی کان الصحابہ رضی اللہ عنھم یمسحون علیھا کانت رقائق بحیث لا تستمسك علی الاقدام ولا یمکن لھم تتابع المشی فیھا فیحتمل: انہ کانت صفیقۃً ثخینۃً فراوا انھا فی معنی الخِفَاف وانھا داخلۃ تحت احادیث المسح علی الخفین وھذ الاحتمال ھو الظاھر عندی وقد عرفت قول الامام احمد انما مسح القوم علی الجوربین لانہ کان عندھم بمنزلۃ الخف.... فلا یلزم من مسح الصحابۃ علی الجواربۃ التی کانوا یمسحون علیھا جواز المسح علی الجوربین مطلقاً، ثخینین کانا او رقیقین فتکفر]

ترجمہ: اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ جن جرابوں پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مسح کرتے تھے وہ ایسی تھیں جو نہ پنڈلیوں پر (بغیر باندھے) ٹھہر سکتی ہوں اور نہ ایسی تھیں کہ ان میں مسلسل چلنا ناممکن ہو لہٰذا یہ احتمال ہے کہ وہ جرابیں موٹی اور ثخینین ہوں اور صحابہ رضی اللہ عنہم انہیں خفین کے حکم میں سمجھتے ہوں اور یہ نظریہ رکھتے ہوں کہ یہ مسح علی الخفین کی احادیث کے تحت داخل ہیں یہی احتمال میرے نزدیک راجح ہے اور آپ امام احمد کا یہ قول سن چکے ہیں کہ ایک جماعت نے جرابوں پر مسح کیا اور وہ ان کے ہاں بمنزلہ خف کے تھے لہٰذا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے جرابوں پر مسح کرنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ جرابوں پر مسح کرنا مطلقاً جائز ہے چاہے وہ ثخین ہوں یا رقیق اس مقام پر غور کرو۔

(تحفۃ الاحوذی: 1/354 باب ماجاء فی المسح علی الجوربین والنعلین)

غیر مقلدین کے بزرگ بھی مسح علی الجوربین کے قائل نہیں ہیں، ملاحظہ فرمائیں:

1: عبدالرحمن مبارکپوری غیر مقلد لکھتے ہیں:

[والحاصل انہ لیس فی باب المسح علی الجوربین حدیث مرفوع صحیح خال عن الکلام ھذا ماعندی...والراجح عندی: ان الجوربین اذا کانا صفیقین

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

ثخینین فھما فی معنی الخفین یجوز المسح علیھما و اما اذا کانا رقیقین بحیث لا یستمسکان علی القدمین بلا شدّ و لا یمکن المشی فیھما فھما لیسا فی معنی الخفین و فی جواز المسح علیھما عندی تامل]

ترجمہ: حاصل یہ ہے کہ مسح علی الجوربین کے باب میں کوئی صحیح مرفوع حدیث ثابت نہیں جو جرح وکلام سے خالی ہو اور یہ میری تحقیق ہے۔ (مزید لکھتے ہیں) میرے نزدیک راجح بات یہ ہے کہ اگر جرابیں موٹی اور ثخین ہوں تو وہ موزوں کے حکم میں ہوں گی اور ان پر مسح جائز ہوگا اور اگر اتنی باریک ہوں کہ بغیر باندھے پاؤں پر نہ ٹھہر سکتی ہوں اور نہ ان میں چلنا ممکن ہو تو یہ موزوں کے حکم میں نہیں ہیں، ان پر مسح کرنے کے بارے میں میرے نزدیک تامل (غور کا مقام) ہے (یعنی نہیں کرنا چاہیے)

(تحفۃ الاحوذی: 2/349 و 354 باب ماجاء فی المسح علی الجوربین والنعلین)

2: میاں نذیر حسین دہلوی غیر مقلد لکھتے ہیں:

[المسح علی الجوربۃ المذکورۃ لیس بجائز لانہ لم یقم علی جوازہ دلیل و کل ما تمسک بہ المجوزون ففیہ خدشۃ ظاھرۃ]

ترجمہ: مذکورہ جرابوں پر مسح جائز نہیں ہے، اس لیے کہ اس کی کوئی صحیح دلیل نہیں ہے اور مجوزین نے جن چیزوں سے استدلال کیا ہے، اس میں خدشات ہیں۔ (فتاویٰ نذیریہ: 1/327)

3 مولوی ثناء اللہ امرتسری غیر مقلد نے جرابوں پر مسح کے جواز میں ایک فتویٰ دیا تھا، اس کی تردید کرتے ہوئے ایک غیر مقلد عالم ابوسعید شرف الدین دہلوی لکھتے ہیں:

جرابوں پر مسح کرنے کا مسئلہ معرکۃ الاراء ہے مولانا نے جو کچھ لکھا ہے یہ بعض ائمہ، امام شافعی رحمہ اللہ وغیرہ کا مسلک ہے شیخ الاسلام ابن تیمیہ کا بھی یہی مسلک ہے مگر یہ مسلک صحیح نہیں اس لیے کہ دلیل صحیح نہیں۔

(فتاویٰ ثنائیہ: 1/439)

آگے مزید لکھتے ہیں:

پھر یہ مسئلہ نہ قرآن سے ثابت ہوا، نہ حدیث مرفوع صحیح سے، نہ اجماع سے، نہ قیاس صحیح سے، نہ چند صحابہ کے فعل اور اس کے دلائل سے اور غسل رجلین نص قرآنی سے ثابت ہے لہٰذا خف چرمی (جس پر مسح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے) کے سواء جورب پر مسح ثابت نہیں ہوا۔ (فتاویٰ ثنائیہ: 1/440)

4: مولوی ابوالبرکات احمد غیر مقلد لکھتے ہیں:

موزوں پر مسح کرنے والی بہت زیادہ احادیث ہیں لیکن جرابوں پر مسح کرنے کی متعلق کوئی حدیث صحیح نہیں ہے۔ (فتاوی برکاتیہ: ص18)

5: مولوی محمد یونس غیر مقلد لکھتے ہیں:

جرابوں پر مسح درست ہے جب کہ وہ خف سے بنی ہوئی ہوں معمولی اور پتلی جرابوں پر مسح کرنا ناجائز ہے مسح جراب کی اکثر حدیثیں ضعیف ہیں۔ (دستور المتقی: ص78)

6: زبیر علی زئی غیر مقلد خود لکھتے ہیں کہ [امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: سفیان الثوری، ابن المبارک، شافعی، احمد اور اسحاق (بن راہویہ) جرابوں پر مسح کے قائل تھے (بشرطیکہ وہ موٹی ہوں) دیکھئے سنن الترمذی (ح ۹۹)] (فتاویٰ علمیہ: 1/222)

7: مولوی عبدالجبار غیر مقلد لکھتے ہیں: جرابوں پر مسح کرنا حدیث صحیح سے ثابت نہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور بعض صحابہ کے مسح کرنے سے جوربین پر یہ بات ثابت نہیں ہوتی کہ مطلق جوربین پر مسح جائز ہے کیونکہ یہ معلوم نہیں کہ وہ جوربین چمڑے کی تھیں یا اور چیز کی ہاں اگر کوئی قولی حدیث ایسی ہے جس میں حکم ہو کہ اِمْسَحُ عَلَی الْجَوْرَبَیْنِ پھر تو مطلق جرابوں پر مسح اس سے ثابت ہو جائے گا وَاِذْ لَیْسَ فَلَیْسَ ہاں اگر جوربین اون اور سوت کی ایسی سخت ہوں کہ سختی میں چمڑے کی برابری کریں پس وہ چمڑے کا حکم رکھتی ہیں اور ان پر مسح جائز ہے۔ (مجموعہ فتاویٰ مولوی عبدالجبار: ص102)

لہٰذا جب صحابہ کرام، تابعین اور ائمہ مجتہدین موٹی جرابوں پر مسح کے قائل تھے تو آج کل مروج اونی و سوتی پتلی جرابوں پر مسح کو جائز قرار دینا کیسے درست ہو سکتا ہے۔

یہاں تک زبیر علی زئی غیر مقلد کے دلائل کا جواب تھا اب دیگر غیر مقلدین کے دلائل کا جواب ملاحظہ فرمائیے:

دلیل نمبر 1:

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

[توضا النبی صلی اللہ علیہ وسلم و مسح علی الجوربین والنعلین]

ترجمہ: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو فرمایا اور اپنی جرابوں اور جوتوں پر مسح فرمایا۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

(جامع الترمذی: 1/ 29 باب المسح علی الجوربین والنعلین، سنن ابی داؤد: 1/ 21 باب المسح علی الجوربین)

امام ترمذی رحمہ اللہ اس روایت کے بارے میں فرماتے ہیں: ''حسن صحیح'' کہ یہ روایت حسن صحیح ہے۔
(جامع الترمذی: 1/ 29)

جواب:

یہ روایت ضعیف ہے:

1: مشہور محدثین کرام مثلاً امام سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ (م 161ھ)، امام عبد الرحمٰن بن المہدی رحمۃ اللہ علیہ (م 198ھ)، امام یحییٰ بن معین رحمۃ اللہ علیہ (م 233ھ)، امام علی بن مدینی رحمۃ اللہ علیہ (م 458ھ)، امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ (م 241ھ)، امام مسلم بن الحجاج رحمۃ اللہ علیہ (م 261ھ) وغیرہم نے اس روایت کو ضعیف قرار دیا ہے چنانچہ امام ابوبکر البیہقی رحمۃ اللہ علیہ (م 458ھ) لکھتے ہیں:

[وذاك حديث منكر، ضعفه سفيان الثورى، وعبد الرحمن بن مهدى، وأحمد بن حنبل، ويحيى بن معين، وعلى بن المدينى، ومسلم بن الحجاج، والمعروف عن المغيرة حديث المسح على الخفين]

ترجمہ: یہ حدیث منکر ہے اسے امام سفیان الثوری رحمۃ اللہ علیہ، امام عبد الرحمٰن بن مہدی رحمۃ اللہ علیہ، امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ، امام یحییٰ بن معین رحمۃ اللہ علیہ، امام علی بن المدینی رحمۃ اللہ علیہ اور امام مسلم بن حجاج رحمۃ اللہ علیہ نے ضعیف قرار دیا ہے معروف حدیث حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ سے یہ مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے موزوں پر مسح فرمایا۔ (معرفۃ السنن والآثار للبیہقی: 1/ 349 کتاب الطہارۃ، باب ماروی فی المسح علی النعلین)

2: شارح مسلم علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ (م 676ھ) لکھتے ہیں:

[أنه ضعيف ضعفه الحفاظ وقد ضعفه البيهقي ونقل تضعيفه عن سفيان الثورى وعبد الرحمن بن مهدى واحمد ابن حنبل وعلى بن المدينى ويحيى بن معين ومسلم بن الحجاج وهؤلاء هم أعلام أئمة الحديث وان كان الترمذى قال حديث حسن فهؤلاء مقدمون عليه بل كل واحد من هؤلاء لو انفرد قدمه على الترمذى باتفاق اهل المعرفة]

ترجمہ: یہ روایت ضعیف ہے اور اسے حفاظ حدیث نے ضعیف قرار دیا ہے امام بیہقی نے سفیان ثوری، عبد الرحمٰن بن مہدی، احمد بن حنبل، علی بن المدینی، یحییٰ بن معین، مسلم بن الحجاج n سے اس کا ضعیف ہونا نقل کیا ہے یہ حضرات ائمہ حدیث کے اکابر ہیں امام ترمذی نے اس حدیث کو اگرچہ ''حسن'' کہا ہے لیکن یہ حضرات امام ترمذی رحمہ اللہ پر مقدم ہیں بلکہ ان میں سے اگر ہر ایک کو انفراداً دیکھا جائے تب بھی باتفاق اہل معرفت امام ترمذی پر مقدم ہیں۔ (شرح المہذب للنووی: 1/ 416 باب المسح علی الخفین)

3: امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ (م 275ھ) فرماتے ہیں:

[وكان عبد الرحمن بن مهدى لا يحدث بهذا الحديث لان المعروف عن المغيرة ان النبى صلى الله عليه وسلم مسح على الخفين]

ترجمہ: حضرت عبد الرحمٰن بن مہدی رحمۃ اللہ علیہ یہ حدیث بیان نہیں کرتے تھے کیونکہ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے جو معروف روایتیں ہیں ان میں مسح علی الخفین کا ذکر ہے (نہ کہ مسح علی الجوربین کا)
(سنن ابی داؤد: 1/ 24 باب المسح علی الجوربین)

4: امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ (م 303ھ) لکھتے ہیں:

[ما نعلم ان احداً تابع اباقيس على هذه الرواية، والصحيح عن المغيرة ان النبى صلى الله عليه وسلم مسح على الخفين]

ترجمہ: یہ روایت ابوقیس کے علاوہ کسی نے روایت نہیں کی اور ہمارے علم کے مطابق کوئی اور راوی اس کی تائید نہیں کرتا حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے صحیح روایت یہی ہے کہ حضور علیہ السلام نے موزوں پر مسح کیا۔ (السنن الکبریٰ للنسائی: 1/ 92 باب المسح علی الجوربین والنعلین، نصب الرایۃ: 1/ 92 باب المسح علی الجوربین والنعلین)

5: غیر مقلد عالم عبد الرحمٰن مبارکپوری (م 1353ھ) اس روایت کے بارے میں ائمہ محدثین کے اقوال نقل کرنے کے بعد اپنا موقف یوں بیان کرتے ہیں:

[فحكمهم عندى والله تعالى اعلم مقدم على حكم الترمذى بانه حسن صحيح]

ترجمہ: میرے نزدیک ائمہ محدثین کا اس حدیث کو ضعیف قرار دینا امام ترمذی کے ''حسن صحیح'' کہنے پر مقدم ہے۔ (تحفۃ الاحوذی: 1/ 347)

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

ایک جگہ لکھتے ہیں:

[وضعفه كثير من ائمة الحديث] ترجمہ: اس حدیث کو بہت سے ائمہ حدیث نے ضعیف قرار دیا ہے (تحفۃ الاحوذی: 1/344 باب ماجاء فی المسح علی الجوربین والنعلین)

دلیل نمبر 2:

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

[ان رسول الله صلى الله عليه وسلم توضأ و مسح على الجوربين والنعلين]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جرابوں اور جوتوں پر مسح فرمایا۔ (سنن ابی داؤد: 1/24 باب المسح علی الجوربین، سنن ابن ماجہ: 1/41 باب ماجاء فی المسح علی الخفین)

جواب:

اولاً۔۔۔یہ حدیث ضعیف ہے۔

1 امام ابوداؤد رحمہ اللہ (م 275ھ) کے اس کے بارے میں فرماتے ہیں:

[ليس بالمتصل ولا بالقوى]

ترجمہ: یہ حدیث متصل ہے نہ قوی۔ (سنن ابی داؤد: 1/24 باب المسح علی الجوربین)

2 علامہ زیلعی رحمہ اللہ (م 762ھ) فرماتے ہیں:

[ليس بالمتصل ولا بالقوى]

ترجمہ: یہ حدیث متصل ہے نہ قوی۔ (نصب الرایۃ: 1/244 باب المسح علی الخفین)

3 علامہ عبدالرحمٰن مبارکپوری غیر مقلد (م 1353ھ) بھی یہی بات لکھتے ہیں:

[ليس بالمتصل ولا بالقوى]

ترجمہ: یہ حدیث متصل ہے نہ قوی۔ (تحفۃ الاحوذی: 1/348 باب ماجاء فی المسح علی الجوربین والنعلین)

ثانیاً۔۔۔اس میں ایک راوی ''ابوسنان عیسیٰ بن سنان'' ہے جو کہ ضعیف ہے، تصریحات ائمہ ملاحظہ ہوں:

[قال الاثرم: قلت لابي عبدالله: ابو سنان عيسى بن سنان فضعفه]

امام اثرم فرماتے ہیں کہ میں نے امام احمد بن حنبل سے ابوسنان عیسیٰ بن سنان کے بارے میں پوچھا کہ تو انہوں نے اسے ضعیف قرار دیا۔

[قال ابو زرعة و يعقوب بن سفيان: لين الحديث]

امام یعقوب بن شیبہ رحمہ اللہ امام ابن معین سے نقل کرتے ہیں: عیسیٰ بن سنان حدیث میں ڈھیلا ہے۔

[وقال جماعة عن ابن معين: ضعيف الحديث]

ابن معین سے ایک جماعت نے نقل کیا: عیسیٰ بن سنان حدیث میں ضعیف ہے۔

[وقال ابو زرعة: مخلط ضعيف الحديث]

ابوزرعہ فرماتے ہیں: یہ حدیث میں خلط ملط کرنے والا اور ضعیف ہے۔

[وقال ابو حاتم مرة: ليس بقوى فى الحديث] ابوحاتم فرماتے ہیں: یہ حدیث میں قوی نہیں ہے۔

[وقال النسائي: ضعيف] امام نسائی فرماتے ہیں: یہ ضعیف ہے۔

[وقال الكناني عن ابي حازم: يكتب حديثه ولا يحتج به]

امام کنانی امام ابوحازم سے نقل کرتے ہیں: اس کی حدیث لکھی تو جائے لیکن اس کو دلیل نہ بنایا جائے۔

(تہذیب التہذیب: 8/211،212 رقم 393)

امام الجرح والتعدیل حافظ شمس الدین الذہبی رحمہ اللہ اپنی کتاب میزان الاعتدال میں عیسیٰ بن سنان کے متعلق لکھتے ہیں کہ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے اس کے متعلق فرمایا کہ وہ ضعیف ہے۔

(میزان الاعتدال: 3/312 رقم 6568)

علامہ عبدالرحمٰن مبارکپوری غیر مقلد (م 1353ھ) اس حدیث کے ضعف کی ایک اور وجہ لکھتے ہیں:

[قلت ولضعف هذا الحديث علة ثالثة وهي ان عيسى بن سنان مخلط]

ترجمہ: میں (عبدالرحمٰن مبارکپوری) کہتا ہوں کہ اس حدیث کے ضعیف ہونے کی ایک تیسری وجہ بھی ہے اور وہ یہ ہے کہ عیسیٰ بن سنان ''مخلط'' (حدیث میں خلط ملط کرنے والا) راوی ہے۔

(تحفۃ الاحوذی: 1/348)

ان روایات کا محمل:

ان روایات میں مسح علی الجوربین کے ساتھ مسح علی النعلین کا بھی ذکر ہے اور مسح علی النعلین کا کوئی بھی قائل نہیں ہے شرح آثار السنن میں ہے:

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

[ولم یذھب احد من الائمۃ الی جواز المسح علی النعلین]

ترجمہ: ائمہ میں سے کوئی بھی جوتوں پر مسح کا قائل نہیں ہے

(شرح آثار السنن لیاقت علی رضوی: ص 141)

زیادہ تفصیل کے لئے دیکھئے: (شرح معانی آثار 1/198 مترجم باب المسح علی النعلین)

اگر غیر مقلدین اس بارے میں یہ کہیں کہ ''یہاں جوتوں سے مراد وہ جوتا ہے جو ٹخنوں تک ہو پھر اس پر مسح جائز ہے'' تو ہم کہیں گے کہ اگر یہی تاویل لفظ نعلین میں کرتے ہو تو جوربین میں بھی کر لو کہ جوربین سے مراد بھی ثخینین ہیں جیسا کہ فقہاء نے فرمایا ہے۔

دلیل نمبر 3:

حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

[کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یمسح علی الخفین والجوربین]

ترجمہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم موزوں اور جرابوں پر مسح فرماتے تھے۔

(المعجم الکبیر للطبرانی: 1/278 رقم الحدیث 1054 من روایۃ کعب بن عجرۃ عن بلال)

جواب:

یہ حدیث بھی ضعیف ہے عبد الرحمٰن مبارکپوری غیر مقلد (م 1353ھ) لکھتے ہیں:

[اما حدیث بلال فھو ایضاً ضعیف] ترجمہ: حضرت بلال کی حدیث بھی ضعیف ہے۔

(تحفۃ الاحوذی: 1/349)

غیر مقلد عالم عبد الرحمٰن مبارکپوری تمام مرفوع احادیثِ مسح علی الجوربین کو ضعیف اور ناقابل اعتبار و احتجاج قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

[والحاصل انہ لیس فی باب المسح علی الجوربین حدیث مرفوع صحیح خال عن الکلام ھذا ما عندی]

ترجمہ: حاصل یہ ہے کہ مسح علی الجوربین کے باب میں کوئی صحیح مرفوع حدیث ثابت نہیں جو جرح و کلام سے خالی ہو اور یہ میری تحقیق ہے۔ (تحفۃ الاحوذی: 2/349)

مولوی ابو البرکات احمد غیر مقلد لکھتے ہیں:

موزوں پر مسح کرنے والی بہت زیادہ احادیث ہیں لیکن جرابوں پر مسح کرنے کے متعلق کوئی حدیث صحیح نہیں ہے۔ (فتاوی برکاتیہ: ص 18)

اب آپ غور فرمائیے کہ قرآن کریم نے پاؤں دھونے کا جو صریح حکم دیا ہے اسے صرف اس ایک روایت کی بنا پر کیسے چھوڑ دیا جائے، جب کہ ائمہ حدیث نے اس پر تنقید بھی کی ہے؟ آپ پیچھے دیکھ چکے ہیں کہ مسح علی الخفین کا حکم اسی وقت ثابت ہوا جب اسکی احادیث تواتر کی حد تک پہنچ گئیں، اور امام ابو یوسف فرماتے ہیں اگر مسح علی الخفین کی احادیث اتنی کثرت کے ساتھ نہ ہوتیں تو پاؤں دھونے کے قرآنی حکم کو چھوڑنے کی گنجائش نہ تھی لیکن مسح علی الجوربین کی احادیث متواتر تو کیا ہوتیں، پورے ذخیرہ حدیث میں اس کی صرف تین روایتیں ہیں جن میں سے دو بالاتفاق ضعیف ہیں اور ایک کو اکثر محدثین نے ضعیف کہا ہے، صرف امام ترمذی اسے صحیح کہتے ہیں ایسی روایت کی بناء پر قرآن کریم کے کسی حکم میں تخصیص پیدا نہیں کی جاسکتی، چنانچہ امام ابو بکر جصاص تحریر فرماتے ہیں۔

[والأصل فیہ انہ قد ثبت أن مراد الآیۃ الغسل علی ماقدمنا، فلو لم ترد الآثار المتواترۃ علی النبی ﷺ فی المسح علی الخفین لما أجزنا المسح۔۔ ولما لم ترد الأ ثار فی جواز المسح علی الجوربین فی وزن ورودھا فی المسح علی الخفین ابقینا حکم الغسل علی مراد الآیۃ'' [والأصل فیہ أنہ قد ثبت أن مراد الآیۃ الغسل علی ما قدمنا فلو لم ترد الآثار المتواترۃ عن النبی صلّی اللہ علیہ وسلّم فی المسح علی الخفین لما أجزنا المسح فلما وردت الآثار الصحاح واحتجنا إلی استعمالھا مع الآیۃ استعملناھا معھا علی موافقۃ الآیۃ فی احتمالھا للمسح وترکنا الباقی علی مقتضی الآیۃ ومرادھا ولما لم ترد الآثار فی جواز المسح علی الجور بین فی وزن ورودھا فی المسح علی الخفین بقینا حکم الغسل علی مراد الآیۃ]

مسئلے کی حقیقت یہ ہے کہ آیت کی اصلی مراد پاؤں دھونا ہے جیسے کہ پیچھے گزر چکا، لہٰذا اگر آنحضرت ﷺ سے مسح علی الخفین کی متواتر احادیث ثابت نہ ہوتیں تو ہم کبھی مسح علی الخفین کو جائز قرار نہ دیتے۔۔۔۔اور چونکہ جوربین (کپڑے کے موزوں) پر مسح کی احادیث اس وزنی طریقے سے مروی نہیں ہیں جس وزنی

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

طریقے سے مسح علی الخفین کی احادیث مروی ہیں اس لئے ہم نے وہاں آیت قرآنی کی اصل مراد یعنی پاؤں دھونے کے حکم کو برقرار رکھا ہے اب سوال یہ رہ جاتا ہے کہ جن حضرات صحابہ کرام j سے منقول ہے کہ انہوں نے جوربین پر مسح کیا یا اسکی اجازت دی تو ان کے اس عمل کی کیا وجہ تھی؟ اسکا جواب یہ ہے کہ صحابہ کرام کے ان آثار میں کہیں بھی یہ صراحت نہیں ہے کہ جوربین کپڑے کے باریک موزے تھے، اور جب تک یہ صراحت نہ ہو اس وقت تک ان آثار سے باریک موزوں پر مسح کا جواز کیسے ثابت ہوسکتا ہے؟
(أحکام القرآن للجصاص: 3/ 356)

پتہ چلا کہ مسح علی الجوربین ایسا مسئلہ ہے جس کے جواز عدم جواز کے بارے میں غیر مقلدین کے خود آپس میں متفرق اقوال ہیں لہٰذا ان ضعیف روایات کے بل بوتے پر پوری امت سے ہٹ کر ڈیڑھ اینٹ کی علیحدہ مسجد بنانا اور جمہور امت کے تعامل کو جو کہ قرآن وسنت وآثار صحابہ وتابعین وائمہ مجتہدین کے عین موافق ہے، ان کا یہ عمل نہ چھوڑنا ضد اور ہٹ دھرمی کے علاوہ کچھ نہیں اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں سنت صیحیہ کی اتباع کی توفیق نصیب فرمائے۔ آمین

اس مقالہ میں جو کچھ صحیح ہے وہ صرف اللہ تعالیٰ کا فضل ہے اور اگر اس میں کوئی خامی ہے تو وہ بندہ ناچیز کی طرف ہے اگر کوئی اہل علم دلیل صحیح کے ساتھ اس خامی کی نشاندہی کرے گا تو بندہ ناچیز کو اس حق بات کی طرف رجوع کرتے ہوئے دیر نہیں پائے گا اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے کہ حق واضح ہو جانے کے بعد اس کو قبول کرنے کی توفیق عطاء فرمائے آمین ۔

ہماری ترجیح پر امن پاکستان

حافظ محمد طارق قمر

لیکچرار شعبہ اسلامیات، گورنمنٹ کالج مری

وطن عزیز پاکستان کا قیام صدیوں کے ارتقائی عمل اور لیل ونہار کی ان گنت کروٹوں کا نتیجہ ہے۔ پاکستان محض ایک مخصوص جغرافیائی خطے کا نام نہیں بلکہ ایک نظریہ کا نام ہے جو نظریہ اسلام کہلاتا ہے۔ اور نظریہ اسلام، نظریہ پاکستان ہے۔ اور ہندوستان میں نظریہ پاکستان پیش کرنے کا مقصد پر امن پاکستان کا قیام تھا۔ اور یہ دنیا کے نقشے پر واحد ایک ایسی مملکت وریاست ہے کہ جس کی بنیاد اسلام اور کلمہ طیبہ ''لاالہ الااللہ محمد رسول اللہ'' پر قائم ہے۔ بانی پاکستان قائد اعظم محمد علی جناح نے ۲۱ نومبر ۱۹۴۵ کو سرحد مسلم لیگ کے اجلاس میں خطاب کرتے ہوئے نظریہ پاکستان کے بارے میں فرمایا تھا: ہمارا دین، ہماری تہذیب اور ہمارے اسلامی تصورات وہ اصل طاقت ہیں جو ہمیں آزادی حاصل کرنے کے لئے متحرک کرتے ہیں۔

قیام پاکستان کے بعد قائد اعظم محمد علی جناح نے ۱۳ اپریل ۱۹۴۸ء کو اسلامیہ کالج پشاور میں خطاب کرتے ہوئے نظریہ پاکستان کی وضاحت یوں بیان فرمائی کہ ہم نے پاکستان کا مطالبہ زمین کا ٹکڑا حاصل کرنے کے لئے نہیں کیا بلکہ ہم ایسی جائے پناہ چاہتے ہیں جہاں ہم اسلامی اصولوں کے مطابق زندگی بسر کرسکیں۔

قیام پاکستان اور وصال قائد کے کچھ عرصہ بعد ہی نظریہ پاکستان کو پس پشت ڈال دیا گیا۔ اور اسلام کے نام پر حاصل کیے جانے والے وطن عزیز پاکستان میں اسلامی قوانین کا نفاذ ایک خواب بن کر رہ گیا۔ اور بدقسمتی سے پاکستان کو ناعاقبت اندیش حکمرانوں کی غلط پالیسیوں کی وجہ سے دہشت گردی، تخریب کاری اور بدامنی وبے سکونی کی آگ میں جھونک دیا گیا۔ اور نائن الیون کے بعد مسلمانوں کو عموماً اور پاکستانیوں کو خصوصاً ظلم وبربریت کی بدترین چکی میں پیسا جانے لگا۔ تو کبھی مساجد ومدارس، خانقاہوں اور امام بارگاہوں کو خودکش حملوں سے نشانہ بنایا جانے لگا، تو کبھی مذہبی وسیاسی تقریبات اور کبھی نماز عید اور

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

نماز جنازہ کے اجتماعات میں خون کی ہولی کھیلی جانے لگی اور کبھی تعلیمی مراکز سکول و کالج اور یونیورسٹیز کو تباہ و برباد کرنے کے لئے خودکش حملے کیے گئے ۔ اور دہشت گردوں نے جہاد کے نام پر ظلم و بربریت، قتل و غارت اور فتنہ و فساد کا بازار گرم کر دیا ۔ اور ان کے ظلم و ستم سے ایک عام شہری کی جان و مال اور عزت و آبرو تو کیا؟ یہاں معصوم بچوں کی جانیں بھی محفوظ نہیں ہیں ۔

ظلم آخر ظلم ہے بڑھتا ہے تو مٹ جاتا ہے
خون پھر خون ہے بہتا ہے تو جم جاتا ہے

ہماری تاریخ میں مساجد و مدارس، خانقاہیں اور تعلیمی ادارے وہ ہیں، جہاں سے پیار و محبت، اور امن و سکون کی خوشبو آتی تھی اور ایسی تعلیم دی جاتی تھی جو تعلیم ایک ذہنی جسمانی اور اخلاقی تربیت کا نام ہے جو انسان کے لئے زندگی کے اغراض و مقاصد اور فرائض کا احساس و شعور پیدا کرتی ہے ۔ تعلیم ہی سے ایک قوم اپنے ثقافتی، ذہنی و فکری اور مذہبی ورثے کو اپنی آئندہ نسلوں تک پہنچاتی ہے ۔ ہماری تاریخ میں تعلیمی اداروں نے روشن و تابناک کردار اور ناقابل فراموش خدمات سر انجام دی ہیں جو کسی تفصیل یا تعارف کی ہرگز محتاج نہیں ہیں ۔

اسلام امن و سلامتی کا پیامبر:

نظریہ پاکستان نظریہ اسلام ہے اور اسلام دین فطرت ہے ۔ اسلام دین الٰہی ہے ۔ اسلام امن و سلامتی کا دین ہے ۔ اسلام محبت و مؤدت اور حق کا دین ہے ۔ اسلام ایک آفاقی اور عالمی دین ہے ۔ اسلام ہی ایک ایسا دین ہے جو تمام انسانیت اور اس کے سبھی طبقات کے لیے امن و سلامتی کی ضمانت دیتا ہے ۔ اسلام عربی زبان کا لفظ ہے جسکا معنی امن و سلامتی اور اطاعت و سپردگی کے ہیں ۔ اسلام امن و سلامتی کا آفاقی پیغام لے کر آیا اور اس نے اس پیغام کو پریکٹیکلی نافذ کر کے دکھایا ۔ اسلام جہاں خود سراپا امن و سلامتی ہے وہاں دوسروں کو بھی امن و سلامتی محبت و رواداری، اعتدال و توازن اور صبر و تحمل کی ترغیب دیتا ہے ۔ مسلمان جہاں اطاعت الٰہی کا نمونہ ہے وہاں امن و سلامتی کا پیکر بھی ہے ۔ قرآن پاک میں لفظ سلم، سلام، اور اسلام کے الفاظ امن، صلح و آشتی کے معنوں میں استعمال ہوئے ہیں ۔ امن و سلامتی اسلام کا بنیادی نظریہ و عمل ہے ۔ اسلام اللہ رب العزت کی اطاعت و فرمانبرداری اور دنیا میں امن و سلامتی کا پیغام ہے ۔ اسلام پوری انسانیت کے لئے امن و سلامتی کا پیامبر ہے خواہ وہ دنیا کے کسی بھی خطے میں آباد ہو ۔ اسلام دنیا کے ہر فرد کے لئے محبت کا پیغام ہے خواہ اس کا تعلق دنیا کے کسی بھی مذہب سے ہو ۔ اسلام

کا پیغام عدل و انصاف ہے ۔ اسلام کا پیغام رواداری ہے ۔ اسلام کا پیغام میانہ روی و اعتدال پسندی ہے ۔ اسلام اپنے ماننے والوں کو عدم برداشت اور شدت پسندی سے منع فرماتا ہے ۔

اسوہ رسول ﷺ قیام امن کا ضامن:

حضور اکرم ﷺ کی سیرت طیبہ قیام امن کی ضامن ہے ۔ آپ نے فتنہ و فساد کو ختم کر کے انسانیت کو امن و سلامتی کا شاندار اسوہ فراہم فرمایا ۔ حضور اکرم ﷺ نے مسلمان کی تعریف میں ارشاد فرمایا:

(اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُونَ مِنْ لِسَانِهٖ وَيَدِهٖ) ۔ (۱)

کامل مسلمان وہ ہے کہ جس کے ہاتھ اور زبان سے دوسرے مسلمان محفوظ ہوں ۔ حدیث مبارکہ میں پہلے زبان اور پھر ہاتھ کا ذکر فرمایا ۔ جسکا مفہوم یہ ہے کہ اسلام زبان سے بھی کسی کو تکلیف پہنچانے کی اجازت نہیں دیتا بلکہ اسکی مذمت کرتا ہے چہ جائیکہ ہاتھ سے کسی کو تکلیف پہنچائی جائے ۔ اور کامل مسلمان وہ ہے جس سے تمام لوگوں کے خون، عزت اور مال محفوظ ہوں ۔

حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

(كُلُّ الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ حَرَامٌ، دَمُهٗ وَمَالُهٗ وَعِرْضُهٗ)

ہر مسلمان کا سب کچھ دوسرے مسلمان پر حرام ہے، اس کا خون، اس کا مال اور اسکی عزت ۔ (۲)

اس حدیث مبارکہ سے واضح ہوتا ہے کہ اسلام نے مسلمانوں کے جان و مال کو تحفظ دیا ہے اور باوقار زندگی مرحمت کی ہے اور کامل مومن کی علامت و نشانی بھی یہی بیان فرمائی ہے کہ اس سے دوسرے لوگ مسلم و غیر مسلم محفوظ و مامون رہیں ۔

اسلام نے اپنے پیروکاروں کو آپس میں ملاقات کے وقت سلام کے دعائیہ کلمات تعلیم فرمائے ہیں کہ جب آپس میں ملو تو السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کے کلمات سے سلام کہو، کہ تم پر سلامتی ہو اور اللہ کی رحمت و برکات کا نزول ہو ۔ اور دوسرا آدمی بھی سلام کے جواب میں دعائیہ کلمات کہے ۔

قرآن کریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے ۔ {وَاِذَا حُيِّيْتُمْ بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوْا بِاَحْسَنَ مِنْهَآ اَوْ رُدُّوْهَا ط} (۳) اور جب تمہیں کسی دعائیہ کلمات سے سلام دیا جائے تو تم ایسے کلمات سے سلام دو جو اس سے بہتر ہو یا (کم از کم) وہی الفاظ دہرادو ۔

حدیث مبارکہ میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے !

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ حَتَّى تُؤْمِنُوا وَلَا تُؤْمِنُوا حَتَّى تَحَابُّوا أَفَلَا أُنَبِّئُكُمْ مَا يُثَبِّتُ ذَلِكُمْ, أَفْشُوا السَّلَامَ بَيْنَكُمْ ۔(۴)

حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب تک ایمان نہیں لاؤ گے، جنت میں داخل نہیں ہو گے ۔اور تم اس وقت تک کامل مومن نہیں ہو گے، جب تک آپس میں محبت نہیں کرو گے ۔کیا میں تم کو ایسی چیز نہ بتلاؤں کہ جس پر عمل کر کے تم ایک دوسرے سے محبت کرنے لگو؟ آپ ﷺ نے فرمایا! ایک دوسرے کو بکثرت سلام کیا کرو۔

اسلام صرف زندہ لوگوں کو ہی سلام کرنے کا حکم نہیں دیتا بلکہ اسلام فوت ہو جانے والے مسلمانوں کی بھی سلامتی کا خواہاں ہے ۔اسی لئے حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا!

جب تم قبرستان جاؤ تو اہل قبور کو سلام کہو۔ السَّلَامُ عَلَيْكُمْ يَا أَهْلَ الْقُبُورِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُسْلِمِينَ يَغْفِرُ اللهُ لَنَا وَلَكُمْ أَنْتُمْ سَلَفُنَا وَنَحْنُ بِالْأَثَرِ ۔(۵)

اے اہل قبور! تم پر سلام ہو، اللہ تعالیٰ تمہاری اور ہماری مغفرت فرمائے ۔تم ہم سے پہلے پہنچے اور ہم تمہارے پیچھے آنے والے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کو اشرف المخلوقات بنایا اور ارشاد فرمایا: {لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِي أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ}(۶)

بے شک ہم نے انسان کو (عقل و شکل کے اعتبار سے) بہترین اعتدال پر پیدا کیا ہے۔

اور انسان کی عظمت کو اس انداز میں بیان فرمایا!

{وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ}(۷)

ہم نے اولاد آدم کو عزت و تکریم کا تاج پہنایا۔ اور انسان کو کرامت و بزرگی کا تاج پہنا کر زمین پر اپنا نائب قرار دیا۔

حضرت صدر الافاضل سید محمد نعیم الدین مراد آبادی قدس سرہ العزیز تمام وجوہ تکریم کو ایک جامع فقرہ میں یوں بیان فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو ''عقل و علم، گویائی، پاکیزہ صورت، معتدل قامت اور معاش و معاد کی تدابیر اور تمام چیزوں پر استیلا و تسخیر عطا فرما کر اور اسکے علاوہ بہت سی فضیلتیں عطا فرمائیں۔''(۸)

حرمت انسانیت:

اسلام میں انسانی تہذیب کی بنیاد انسانی خون کے احترام پر رکھی گئی ہے اور انسانی تمدن کا ارتقاء احترام نفس ہی کا رہین منت ہے ۔دنیا میں جتنے بھی انبیا کرام علیہم السلام تشریف لائے ان سب نے اسی بات کی تعلیم دی ہے ۔اللہ تعالیٰ کی ربوبیت اسی پر دلالت کرتی ہے اور فطرت کے ہر آئین سے نہ صرف انسان کی حفاظت بلکہ کائنات کی ہر شے کی پرورش اور ترقی کی ضمانت ملتی ہے۔

اسلام میں ایک مسلمان کی حرمت و عزت کعبۃ اللہ سے بھی زیادہ ہے:

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ! میں نے نبی کریم ﷺ کو خانہ کعبہ کا طواف کرتے دیکھا اور یہ فرماتے سنا: (کہ تو کتنا عمدہ ہے! اور تیری خوشبو کتنی پیاری ہے! اور تو کتنا عظیم المرتبت ہے!

وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ، لَحُرْمَةُ الْمُؤْمِنِ أَعْظَمُ عِنْدَ اللهِ حُرْمَةً مِنْكِ، مَالِهِ، وَدَمِهِ(۹)

لیکن قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں محمد ﷺ کی جان ہے ۔مومن کے مال و جان کی حرمت اللہ کے نزدیک تجھ سے زیادہ ہے ۔اور کسی ایک انسان کا قتل پوری انسانیت کو قتل کر دینے کے مترادف ہے ۔قرآن کریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔{مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ أَوْ فَسَادٍ فِي الْأَرْضِ فَكَأَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيعًا}(۱۰)

جس نے کسی انسان کو بغیر قصاص کے یا زمین میں فساد پھیلانے (یعنی خونریزی اور ڈاکہ زنی وغیرہ کی سزا) کے قتل کر دیا، تو گویا اس نے تمام انسانوں کو قتل کر دیا۔

اور دوسرے مقام پر قرآن کریم نے قتل عمد کی سزا یوں بیان فرمائی کہ۔ {وَمَنْ يَقْتُلْ مُؤْمِنًا مُتَعَمِّدًا فَجَزَاؤُهُ جَهَنَّمُ خَالِدًا فِيهَا وَغَضِبَ اللهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهُ وَأَعَدَّ لَهُ عَذَابًا عَظِيمًا}(۱۱)

اور جو شخص کسی مومن کو جان بوجھ کر قتل کرے تو اس کی سزا جہنم ہے، وہ اس میں ہمیشہ رہے گا، اور اللہ تعالیٰ اس پر غضبناک ہوگا اور اس پر لعنت کرے گا اور اس نے اس کیلئے زبردست عذاب تیار کر رکھا ہے۔

اور سرکار دو عالم ﷺ نے خطبہ حجۃ الوداع میں خصوصی تاکید کرتے ہوئے ارشاد فرمایا!

وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللهُ إِلَّا بِالْحَقِّ ۔کسی انسان کو ناحق قتل نہ کرو۔ (۱۲)

اور دوسرے مقام پر یوں بیان فرمایا: أَوَّلُ مَا يُقْضَى بَيْنَ النَّاسِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فِي الدِّمَاءِ۔ (۱۳)

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

قیامت کے دن سب سے پہلے فیصلہ قتل کے بارے میں کیا جائے گا۔

اسلام میں رواداری کی فکری اساس انسانی حرمت کی بنا پر ہے۔ بخاری و مسلم شریف کی روایت میں ہے۔ کہ نبی کریم ﷺ کے سامنے سے ایک جنازہ لے جایا گیا تو آپ ﷺ اس کے لئے احتراماً کھڑے ہو گئے۔ آپ ﷺ سے کہا گیا! يَا رَسُولَ اللهِ إِنَّهَا جَنَازَةُ يَهُودِيٍّ ۔ یہ تو ایک یہودی کا جنازہ ہے۔ آپ ﷺ نے جواباً ارشاد فرمایا: (أَلَيْسَتْ نَفْسًا) کیا یہ انسان نہیں ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

إِذَا رَأَيْتُمُ الْجَنَازَةَ فَقُومُوا ۔(۱۴)

جب تم کسی جنازے کو لے کر آتے ہوئے دیکھو تو کھڑے ہو جاؤ۔

بے شک اسلام میں ہر انسان کی حرمت اور مقام ہے۔ سرکار دو عالم ﷺ نے صحابہ کے جواب میں کیسا عظیم موقف اختیار فرمایا، اور کیسی بہترین توجیہ بیان فرمائی۔

اللہ تعالیٰ عدل و انصاف اور احسان کا حکم دیتا ہے اور ظلم کو ناپسند فرماتا ہے اور اس سے منع فرماتا ہے اور ظالموں کو سزا دیتا ہے اگرچہ ظلم کرنے والا مسلمان اور مظلوم کوئی کافر ہی کیوں نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔ {وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَآنُ قَوْمٍ عَلَىٰ أَلَّا تَعْدِلُوا ۚ اعْدِلُوا هُوَ أَقْرَبُ لِلتَّقْوَىٰ} (۱۵)

کسی گروہ کی دشمنی تم کو اتنا مشتعل نہ کر دے کہ تم انصاف سے پھر جاؤ، عدل کرو اور یہی تقویٰ کے قریب ہے۔

اور حضور نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے!

اتَّقُوا دَعْوَةَ الْمَظْلُومِ ، وَإِنْ كَانَ كَافِرًا ، فَإِنَّهُ لَيْسَ دُونَهَا حِجَابٌ ۔(۱۶)

مظلوم کی بددعا سے بچو کیونکہ مظلوم اور خدا کے درمیان کوئی پردہ نہیں اگرچہ مظلوم کافر ہی کیوں نہ ہو۔

جہاد اور دہشت گردی:

اسلام نفرت و عداوت، فتنہ و فساد، خونریزی و غارت گری، بغاوت و سرکشی اور تخریب کاری و دہشت گردی کی مذمت کرتا ہے اور اس سے منع فرماتا ہے۔ قرآن کریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَلَا تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ بَعْدَ إِصْلَاحِهَا (۱۷)

زمین میں اس کی اصلاح کے بعد فساد بپا نہ کرو۔

اور ارشاد خداوندی ہے! إِنَّ اللهَ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِينَ ۔(۱۸)

بے شک اللہ تعالیٰ فساد بپا کرنے والوں کو پسند نہیں فرماتا۔

اور قرآن کریم میں ارشاد الٰہی ہے۔ وَالْفِتْنَةُ أَكْبَرُ مِنَ الْقَتْلِ ۔(۱۹)

فتنہ و فساد قتل سے بڑھ کر ہے۔

اسلام کے امن و سلامتی کا پیامبر ہونے کا مفہوم یہ ہے کہ مسلمانوں کو ظلم و ستم نہیں کرنا چاہیے، ناحق خون نہیں بہانا چاہیے، بے گناہ انسانوں کے جان و مال کو نقصان نہیں پہنچانا چاہیے۔ کوئی ایسا اقدام نہیں کرنا چاہیے جو ناجائز و تشدد کے زمرے میں آتا ہو۔ جہاں تک ظالم کے ہاتھ روکنا اور دہشت گردی کا مقابلہ کرنے کا تعلق ہے تو امن و سلامتی کا یہ دین اس بات کی اجازت دیتا ہے کہ ظالم کا ہاتھ روک دیا جائے اور دہشت گردی کا مقابلہ کیا جائے، اور اسی کا نام جہاد ہے۔

جہاد فتنہ و فساد کو روکنے اور ظلم کو مٹانے کا نام ہے۔ جبکہ دہشت گردی فساد انگیزی اور ظالمانہ کارروائی کا نام ہے۔ دہشت گردی بلا امتیاز قتل و غارت اور بے دریغ تباہی و بربادی ہے جبکہ جہاد حق کے دفاع، انصاف کے قیام اور اعلاء کلمۃ اللہ کا نام ہے، اور جہاد جارحیت کا مقابلہ اور برسر پیکار فسادیوں کی مزاحمت کا نام ہے۔

اسلام امن و سلامتی کا دین ہے، اسلام مؤدت و محبت اور حق کا دین ہے۔ اسلام فساد و دہشت گردی اور باطل کو مٹانے کے لیے آیا ہے کیونکہ! ''إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا''۔(۲۰)

اسلام امن و سلامتی کا پیامبر ہے۔ اسلام اگر امن و سلامتی کا دین ہے تو کیا پر امن رہنے کا مطلب ظلم برداشت کرنا اور دہشت گردی کے مقابلے میں جاں سپرد کرنا ہے۔ ہرگز نہیں!

اسلام جارحیت اور دہشت گردی کے خلاف ہے، لیکن اپنے ماننے والوں کو عزت و وقار اور پر امن زندگی گزارنے کے لیے دفاع کا حکم دیتا ہے اور اس کے لیے مکمل تیاری پر آمادہ کرتا ہے۔

ارشاد خداوندی ہے کہ! {وَأَعِدُّوا لَهُم مَّا اسْتَطَعْتُم مِّن قُوَّةٍ وَمِن رِّبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُونَ بِهِ عَدُوَّ اللَّهِ وَعَدُوَّكُمْ وَآخَرِينَ مِن دُونِهِمْ لَا تَعْلَمُونَهُمُ اللَّهُ يَعْلَمُهُمْ} (۲۱)

اور (اے مسلمانو) ان کے لیے قوت اور بندھے ہوئے گھوڑے تیار رکھو جس قدر تم استطاعت رکھتے ہو، تا کہ تم اللہ کے دشمن کو اور اپنے دشمن کو اور ان کھلے دشمنوں کے علاوہ دوسرے لوگوں کو اپنی جنگی تیاریوں

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

سے خوفزدہ کرو۔ جنہیں تم نہیں جانتے ہو (البتہ) اللہ انہیں جانتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں دہشت گردوں اور زمین میں فساد برپا کرنے والوں کی سزا یوں بیان فرمائی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ {اِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِيْنَ يُحَارِبُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَسْعَوْنَ فِي الْاَرْضِ فَسَادًا اَنْ يُّقَتَّلُوْٓا اَوْ يُصَلَّبُوْٓا اَوْ تُقَطَّعَ اَيْدِيْهِمْ وَاَرْجُلُهُمْ مِّنْ خِلَافٍ اَوْ يُنْفَوْا مِنَ الْاَرْضِ ۭ ذٰلِكَ لَهُمْ خِزْيٌ فِي الدُّنْيَا وَلَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ} (۲۲)

بے شک جو لوگ اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کرتے ہیں اور زمین میں فساد انگیزی کرتے پھرتے ہیں (یعنی مسلمانوں میں خونریزی، رہزنی اور ڈاکہ زنی وغیرہ کے مرتکب ہوتے ہیں) ان کی سزا یہی ہے کہ انھیں (چن چن کر) قتل کیا جائے یا پھانسی دیا جائے یا ان کے ہاتھ اور ان کے پاؤں مخالف سمتوں سے کاٹے جائیں یا جلاوطن کر دیئے جائیں۔ یہ تو ان کے لیے دنیا میں رسوائی ہے اور ان کے لیے آخرت میں (اس سے بھی) بڑا عذاب ہے۔

اسلام دین اعتدال ہے:

اسلام ایک واضح اصولی اور عقلی دین ہے۔ اسلام دین اعتدال ہے۔ اسلام اور کفر کا بنیادی فرق اعتدال اور انتہا پسندی ہے۔ اسلام جس میں موافقت ومخالفت، محبت ونفرت اور یگانگت وعلیحدگی کے اصول و ضوابط موجود ہیں۔ اسلام نے اختلاف کے لیے بھی اصول دیئے اور رویے طے کیے ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: {وَلَا تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَيَسُبُّوا اللّٰهَ عَدْوًۢا بِغَيْرِ عِلْمٍ ۭ} (۲۳)

اور (اے مسلمانو) تم انھیں برا نہ کہو جن کی یہ اللہ کے سوا پرستش کرتے ہیں (ایسا نہ ہو) کہ وہ بھی اللہ کو سرکشی کرتے ہوئے جہالت سے برا بھلا کہنے لگیں۔

اسلام نے حالت جنگ کے سلسلے میں بھی اصول دیئے اور اس میں بھی حد سے تجاوز کرنے کی اجازت نہیں دی۔ ارشاد خداوندی ہے کہ: {وَقَاتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ} (۲۴)

اور تم اللہ کی راہ میں ان لوگوں سے لڑو جو تم سے لڑتے ہیں مگر زیادتی نہ کرو، بیشک اللہ زیادتی کرنے والوں کو پسند نہیں فرماتا۔

آج انسان کی عزت وعظمت اور اس کے خون کی حرمت پر حملے ہو رہے ہیں۔ ہر طرف قتل وغارت اور

خون کے طوفان امڈ رہے ہیں۔ موت کی آندھیاں چل رہی ہیں۔ انسانیت خونیں سمندر کی لہروں میں ڈوبتی جا رہی ہے۔ اور آج وطن عزیز پاکستان میں ہر طرف خون کی ہولی کھیلی جا رہی ہے۔ اور آج اولاد آدم کی روحانی اور اخلاقی اقدار مجروح ہو رہی ہیں اور انسانیت درد وکرب میں مبتلا ہے۔

پیغام اسلام:

اسلام معاشرے میں امن وسلامتی کے لیے اپنے پیروکاروں کو حسن سلوک، اعتدال ومیانہ روی، تواضع و خاکساری، عزت نفس وخودداری، حلم وبردباری، راست گوئی وراست بازی، امانتداری ومنصف مزاجی، عفت وپاکبازی، شجاعت وبہادری، اخوت وبھائی چارگی، کمزوروں کی نصرت، مریضوں کی عیادت، مہمانوں کی ضیافت، استقامت، سخاوت، استغناء، شرم وحیا، رحم، ایفائے عہد، عفو ودرگزر، احسان اور ایثار جیسی پسندیدہ عادات واطوار سے مزین ہونے کا حکم دیتا ہے۔ اور یہ وہ اوصاف جمیلہ وعالیہ ہیں کہ ہر سلیم الطبع اور امن پسند شخص ان سے متصف ہونا چاہتا ہے، جبکہ اسلامی نظام اخلاق ان اوصاف کے برخلاف بد سلوکی، دروغ گوئی، چغل خوری، تکبر، دھوکہ دہی، خیانت، سخت مزاجی، ناانصافی اور عدم مساوات جیسی صفات مذمومہ سے منع کرتا ہے کیونکہ یہ ناپسندیدہ اطوار واوصاف معاشرے میں نقص امن کا نقطہ آغاز ہو سکتے ہیں۔

اسلام نے نظام اخلاق کے حوالے سے اہل اسلام کو ہر ایسی صفت اختیار کرنے کی ترغیب و تاکید کی جو قیام امن کے لئے معاون ومددگار ثابت ہو اور ظلم وستم کے خلاف ہو، نیز ہر اس حرکت کو ترک کرنے کا حکم دیا جو نقض امن اور دہشت وبربریت کا سبب بن سکتی ہو۔ اسلام کا پیغام امن وسلامتی صرف اہل اسلام کے لئے نہیں بلکہ تمام اقوام عالم کے لئے ہے، یہ ایسا رحیم وکریم دین ہے جو تمام انسانی افراد کی جانوں کو یکساں قابل احترام گردانتا ہے اور کرامت انسانی کے سبب کسی کی جان لینا تو بجا تکلیف دینا روا نہیں رکھتا۔ اسلام نہ صرف انسانیت کے لئے امن کا پیامبر ہے بلکہ حیوانات ونباتات اور عالم کے ذرہ ذرہ کے لئے امن وسلامتی کی ضمانت دیتا ہے، یہاں تک کہ درختوں اور سبزہ زاروں کو فتنہ وفساد کی مسموم فضاء سے محفوظ رکھنے کا حکم دیتا ہے۔

ضرب عضب آپریشن:

۱۶ دسمبر ۲۰۱۴ کو (اے پی ایس) پشاور میں پھولوں کی مانند معصوم بچوں کو دہشت گردی کا

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

نشانہ بنایا گیا جس میں ایک سو پچاس کے قریب طلبا و طالبات اور اساتذہ کرام شہید ہوئے اور جو زخمی ہوئے اور ہمیشہ کے لیے معذور ہو گئے انکی تعداد اس سے علیحدہ ہے۔ اور پاکستان کی تاریخ میں یہ ایک تاریک دن تھا، جس میں متلاشیان علم اور تعلیمی ادارے کو دہشت گردی کا نشانہ بنایا گیا۔ اور یہ قاتل و دہشتگرد اپنے آپ کو مذہب اور دین کے علمبردار گردانتے ہیں۔ اور یہ دین اور مذہب کے نام پر قتل وغارت کرنے والے ایسے سفاک ہیں جو خونخوار درندوں سے بھی بدتر ہیں۔ جنہیں انسان کہنا بھی انسانیت کی توہین ہے۔ اس سانحہ نے پوری قوم کو متحد کر دیا، اور پوری قوم دہشت گردی کے خاتمہ کے لیے پر عزم ہو گئی ہے۔ اب حکومت اور پوری قوم پاک فوج کے ساتھ ہے۔ اور آج ضرب عضب آپریشن کامیابی سے ہم کنار ہو رہا ہے۔ اب وہ مراکز جہاں سے سفاکیت جنم لے رہی تھی، جہاں بے گناہ مسلمانوں کے قتل کرنے کو بے حد ثواب کا درجہ دیا جاتا تھا، اور جہاں خودکش حملہ آور کو جنتی ہونے کی ڈگری ایوارڈ کی جاتی تھی، اور جہاں سے تکفیری فتاوی صادر کیے جاتے تھے۔ اور ۸۰ فی صد مسلمانوں کو واجب القتل قرار دیا جارہا تھا۔ اب پاک افواج نے پاکستان میں ضرب عضب کے کامیاب آپریشن میں ان دہشت گردوں کی کمر توڑ دی ہے، اور ان کے بہت سارے ٹھکانوں کو تباہ و برباد کر دیا ہے۔ اور اب دہشت گردوں اور ان کے سہولت کاروں کے خاتمے کے لئے بلا امتیاز کارروائی جاری ہے اور جاری رہے گی اور جاری رہنی چاہیے۔ اب وہ لوگ جنہوں نے مذہب کے نام پر ایسی گھناؤنی اور سفاکانہ حرکت کی تھی وہ آہستہ آہستہ قوم کی یک جہتی کی وجہ سے اپنے منطقی انجام کو پہنچ رہے ہیں۔ اب ہم دہشت گردی کے ناسور کا خاتمہ کر کے دم لیں گے اور پر امن معاشرے کی تشکیل کے لئے دہشت گردی اور انتہا پسندی کو جڑ سے اکھاڑ پھینکیں گے۔ اور اب ہماری ترجیح پر امن اور محفوظ پاکستان ہے۔ اب ہم قائد اعظم اور علامہ اقبال کے خوابوں کو ضرور زندہ تعبیر کریں گے۔ اور وہ ہے پر امن پاکستان۔

پر امن پاکستان:

پاکستان میں امن و امان کی فضا قائم کرنے کے لئے ہمیں اسلامی تعلیمات پر عمل پیرا ہونا ہوگا اور اہل محبت اور صوفیاء کرام کے طریقہ کو اختیار کرتے ہوئے پیار و محبت، تحمل و بردباری اور صبر و برداشت کو اپنانا ہوگا، اور مسائل کو ڈائی لاگ کے ذریعے حل کرنا ہوگا۔ اور اپنے معاشرے کو دہشت گردی، تخریب کاری، شدت پسندی و انتہا پسندی، فرقہ پرستی اور تنگ نظری جیسی لعنتوں سے چھٹکارا دلانا ہوگا۔ اب

ہمیں جہالت کے اندھیروں کو تعلیم و تربیت کے ذریعے ہمیشہ کے لئے ختم کرنا ہے۔ ہمیں اپنے ملک کے ہر بچے کو زیور تعلیم سے آراستہ کرنا ہے۔ اور ہماری ترجیح پر امن پاکستان ہے، جسکا حسن اخوت و محبت، رواداری و بردباری، راست گوئی و امانتداری، عفت و پاکبازی، اور تحمل و برداشت ہے۔

اللہ تعالی امت مسلمہ کو باہمی اخوت و محبت اور اتفاق و اتحاد کی توفیق عطا فرمائے کہ وہ اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لیں کیونکہ ارشاد باری تعالی بھی یہ ہے کہ {واعتصموا بحبل اللہ جمیعا ولا تفرقوا} (۲۵) اور اسلامی تعلیمات پر پوری طرح عمل پیرا ہو جائیں تا کہ دین اسلام کے فیوض و برکات سے صحیح معنوں میں مستفید ہوسکیں۔ آمین بجاہ حبیبہ النبی الکریم۔

حوالہ جات:

۱۔ امام بخاری، الصحیح البخاری، کتاب الایمان، باب المسلم من سلم المسلمون من لسانہ و یدہ، ط۔ دار ابن کثیر، بیروت، لبنان۔ الطبعۃ الثالثۃ: ۱۴۰۷ھ/ ۱۹۸۷ء۔ تحقیق: د۔ مصطفی دیب البغا، رقم الحدیث: ۱، ۰۱/ ۱۳

۲۔ امام مسلم، الصحیح مسلم، کتاب البر والصلۃ والاداب، باب تحریم ظلم المسلم، ط۔ دار احیاء التراث العربی، بیروت، لبنان۔ تحقیق: محمد فواد عبد الباقی۔ رقم الحدیث: ۲۵۶۴، ۰۴/ ۱۹۸۵

۳۔ سورۃ النساء، آیت: ۸۶

۴۔ امام مسلم، الصحیح مسلم، کتاب الایمان، باب بیان انہ لا یدخل الجنۃ الا المومنون، رقم الحدیث: ۹۳، ۰۱/ ۷۴

۵۔ امام ترمذی، السنن الترمذی، کتاب الجنائز، باب ما یقول الرجل اذا دخل المقابر، ط۔ دار احیاء التراث العربی، بیروت، لبنان۔ تحقیق: الشیخ احمد محمد شاکر، رقم الحدیث: ۱۰۵۳، ۰۳/ ۳۶۹

۶۔ سورۃ التین، آیت: ۰۴ ۷۔ سورۃ بنی اسرائیل، آیت: ۷۰

۸۔ سید محمد نعیم الدین، خزائن العرفان فی تفسیر القرآن، ط۔ پاک کمپنی، اردو بازار لاہور۔ ص: ۵۲۰

۹۔ ابن ماجہ، السنن، کتاب الفتن، باب حرمۃ دم المومن و مالہ، ط۔ دار الفکر، بیروت، لبنان۔ تحقیق: محمد فواد عبد الباقی۔ رقم الحدیث: ۳۹۳۲، ۰۲/ ۱۲۹۷

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

۱۰۔ سورۃ المآئدۃ، آیت: ۳۲ ۱۱۔ سورۃ النساء، آیت: ۹۳

۱۲۔ الحاکم، المستدرک علی الصحیحین، کتاب الحدود، ط۔ دارالکتب العلمیہ، بیروت، لبنان۔ الطبعۃ الاولی: ۱۴۱۱ھ/ ۱۹۹۰ء، تحقیق: مصطفی عبدالقادر عطا، رقم الحدیث: ۸۰۳۳، ۰۴/ ۳۹۱

۱۳۔ امام بخاری، الصحیح البخاری، کتاب الدیات، رقم الحدیث: ۶۴۷۱، ۰۶/ ۲۵۱۷۔ امام مسلم، الصحیح مسلم، کتاب القسامۃ والمحاربین والقصاص والدیات، باب المجازاۃ بالدماء فی الآخرۃ، رقم الحدیث: ۱۶۷۸، ۰۳/ ۱۳۰۴

۱۴۔ امام بخاری، الصحیح البخاری، کتاب الجنائز، باب من قام لجنازۃ یھودی، رقم الحدیث: ۱۲۴۹، ۰۱/ ۴۴۱۔ امام مسلم، الصحیح مسلم، کتاب الجنائز، باب القیام للجنازۃ، رقم الحدیث: ۹۶۱، ۰۲/ ۶۶۱

۱۵۔ سورۃ المآئدۃ، آیت: ۰۸

۱۶۔ امام احمد بن حنبل، المسند، ط۔ مئوسسۃ قرطبۃ، القاہرۃ، مصر۔ رقم الحدیث: ۱۲۵۷۱، ۰۳/ ۱۵۳

۱۷۔ سورۃ الاعراف، آیت: ۵۶ ۱۸۔ سورۃ القصص، آیت: ۷۷

۱۹۔ سورۃ البقرۃ، آیت: ۲۱۷ ۲۰۔ سورۃ بنی اسرائیل، آیت: ۸۱

۲۱۔ سورۃ الانفال، آیت: ۶۰ ۲۲۔ سورۃ المآئدۃ، آیت: ۳۳

۲۳۔ سورۃ الانعام، آیت: ۱۰۸ ۲۴۔ سورۃ البقرۃ، آیت: ۱۹۰

۲۵۔ سورۃ آل عمران، آیت: ۱۰۳

مولانا حسرت موہانی رحمۃ اللہ علیہ حیات وخدمات

تحریر: محمد ضیاء الحق چوہان (گولڈ میڈلسٹ)

مولانا حسرت موہانی کا اصل نام سید فضل الحسن تھا۔ حسرت آپ کا قلمی نام اور تخلص تھا۔ آپ عام طور پر اپنے اصل نام کی بجائے اپنے قلمی نام سے جانے جاتے تھے۔ خود فرماتے ہیں

جب سے کہا عشق نے حسرتؔ مجھے کوئی بھی کہتا نہیں فضل الحسن (۱)

آپ اردو زبان کے ایک معروف شاعر، ایک بہادر مجاہدِ آزادی، ایک نڈر صحافی، ایک سچے سیاستدان اور ایک جرأت مند رکن پارلیمنٹ تھے۔ آپ حقیقتاً ایک ہمہ جہت شخصیت تھے۔ آپ کے آباء واجداد نیشا پور (ایران) سے ہندوستان تشریف لائے تھے۔

ولادت اور تعلیم:

مولانا حسرت موہانی ۱۸۷۸ء میں پیدا ہوئے۔ آپ کا مولد متحدہ صوبہ جات کے ضلع اُناؤ میں موہان کا مقام ہے۔ آپ نے مڈل کا امتحان ۱۸۹۴ء میں پاس کیا اور صوبہ بھر میں اول پوزیشن حاصل کی۔ ۱۸۹۹ء میں گورنمنٹ ہائی سکول فتح پور ہسوہ سے میٹرک کا امتحان فرسٹ ڈویژن کے ساتھ پاس کیا اور سرکاری وظیفہ پایا۔ فتح پور ہسوہ سے ہی آپ نے عربی اور فارسی کی تعلیم حاصل کی۔ آپ کی شاندار تعلیمی کارکردگی کو دیکھ کر ڈاکٹر ضیاء الدین احمد (۲) نے آپ کو علی گڑھ میں داخلہ لینے کی دعوت دی (۳)۔ چنانچہ آپ نے محمدن اینگلو اورنٹیل (ایم اے او) کالج علی گڑھ میں داخلہ لیا اور ۱۹۰۳ء میں امتیازی نمبروں کے ساتھ بی اے کا امتحان پاس کیا۔

مولانا حسرت موہانی بطور صحافی:

جولائی ۱۹۰۳ء میں مولانا حسرت موہانی نے علی گڑھ سے اپنا شاندار ماہوار رسالہ اردوئے معلی جاری کیا۔ جس میں ادبی اور سیاسی مضامین شائع کیے جاتے تھے۔ ۱۹۰۸ء میں مصر میں انگریزوں کی پالیسی کے خلاف ایک مضمون کی اشاعت کی پاداش میں مولانا حسرت موہانی کو جیل بھیج دیا گیا اور اردوئے معلی پر پابندی عائد کر دی گئی۔ ۱۹۱۰ء میں جیل سے رہائی کے بعد آپ نے دوبارہ اردوئے معلی کی اشاعت شروع کر دی۔ جیل جانے تک یہ رسالہ علی گڑھ کالج کے پریس سے چھپتا تھا۔ رہائی کے بعد جب آپ نے دوبارہ اشاعت کا آغاز کیا تو علی گڑھ کالج نے حکومت کے خلاف آپ کے جارحانہ طرزِ تحریر کی بناء پر رسالہ شائع کرنے سے انکار کر دیا۔ چنانچہ آپ نے ''اردو پریس'' کے نام سے اپنا ذاتی چھاپہ خانہ قائم کر لیا۔ ۱۹۱۳ء میں حکومت نے تین ہزار روپے زرِ ضمانت کے طور پر مانگے۔ اتنی بڑی رقم کا بندوبست کرنا مولانا کے بس میں نہ تھا لہٰذا آپ کو اردوئے معلی کی

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

اشاعت موقوف کرنا پڑی۔ ۱۹۲۵ء میں ایک بار پھر آپ نے اردوئے معلی کی اشاعت کا آغاز کیا۔ یہ سلسلہ ۱۹۴۲ء تک جاری رہا۔ ۱۹۱۳ء میں اردوئے معلی کی اشاعت بند ہو جانے کی وجہ سے ۱۹۱۴ء میں مولانا حسرت موہانی نے تذکرۃ الشعراء کے نام سے ایک سہ ماہی رسالہ جاری کیا جو ۱۹۱۶ء میں آپ کی گرفتاری تک شائع ہوتا رہا۔ کانپور سے ۱۹۲۸ء میں آپ نے روزنامہ مستقل جاری کیا جسے بعد ازاں ہفتہ وار کر دیا۔ ۱۹۳۳ء میں اردوئے معلی کے ساتھ اسے بھی ماہنامہ کی شکل میں شائع کرنا شروع کر دیا۔ کانپور ہی سے ۱۹۲۱ء میں آپ نے استقلال نامی اخبار بھی جاری کیا۔

مولانا حسرت موہانی بطور شاعر:

مولانا حسرت موہانی اردو زبان کے ایک عظیم شاعر تھے۔ بطورِ شاعر آپ کا کیرئر ۱۸۹۴ء میں شروع ہوا۔ آپ نے شاعری کے تیرہ مجموعے یادگار چھوڑے ہیں۔ آپ نے خوبصورت غزلیں، نعتیں اور منقبتیں لکھیں۔ آپ کی تقریباً آدھی شاعری جیل کے دنوں کی یادگار ہے۔ اگرچہ جیل میں آپ کو کاغذ اور قلم کی سہولت میسر نہ ہوتی تھی مگر آپ اپنا کلام زبانی یاد رکھتے اور رہائی کے بعد اسے صفحۂ قرطاس پر منتقل کر کے شائع کر دیتے تھے۔

ہے مشقِ سخن جاری چکی کی مشقت بھی اک طرفہ تماشا ہے حسرتؔ کی طبیعت بھی (۴)

آپ کی شاعری آپ کے حالاتِ زندگی اور ذہنی نشو ونما کی آئینہ دار ہے۔ ہماری تحریکِ آزادی کی تاریخ آپ کی شاعری کے بغیر مکمل نہیں ہوتی۔ آپ کی شاعری تحریکِ آزادی کا آئینہ، مختلف سیاسی واقعات پر آپ کے ردِ عمل اور تحریکِ آزادی میں آپ نے جن تکالیف اور مصائب کا سامنا کیا ان کی آئینہ دار ہے۔ آپ نے بڑی کامیابی کے ساتھ اپنی شاعری کو برطانوی سامراج کے خلاف لوگوں کو بیدار کرنے کے لیے استعمال کیا۔ آپ کی خوبصورت غزل ''چپکے چپکے رات دن آنسو بہانا یاد ہے'' برصغیر میں بہت مقبول ہے (۵)۔ آپ کی لکھی ہوئی ایک نعت جو آپ کے بے مثال جذبۂ عشقِ رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)، حبِ اہلِ بیت (رضی اللہ عنہم) اور عقیدتِ اولیاءِ کرام (رحمۃ اللہ علیہم) کی آئینہ دار ہے قارئین کے ذوقِ مطالعہ کی نذر کی جا رہی ہے۔

خیالِ غیر کو دل سے مٹا دو یا رسول اللہ   خرد کو اپنا دیوانہ بنا دو یا رسول اللہ
تجلی طور پر جس نور کی دیکھی تھی موسیٰ نے   ہمیں بھی اک جھلک اس کی دکھا دو یا رسول اللہ
علی آگاہ جس سے ہو کے بابِ علم کہلائے   وہ رازِ عشق ہم کو بھی بتا دو یا رسول اللہ
حسین ابن علی کے صبر نے جس کے مزے لوٹے   ہمیں بھی اس بلا کا حوصلہ دو یا رسول اللہ
تمنا ہے محبت کو لقائے غوث الاعظم کی   اسے بغداد کا رستہ دکھا دو یا رسول اللہ
گرفتارانِ باطل ہیں طلب ہے رہنمائی کی   ہمیں عبدالصمد سا رہنما دو یا رسول اللہ

غرض حسرت کو وہاب عبدِ رزاقین و والی سے   ملا کر مرتبہ انوار کا دو یا رسول اللہ (۶)

شاعری کے میدان میں آپ کی شاندار خدمات کے اعتراف کے طور پر آپ کو رئیس المتغزلین کا خطاب دیا گیا۔

مولانا حسرت موہانی کا روحانی مقام و مرتبہ:

مولانا حسرت موہانی ایک متقی شخص تھے۔ آپ نے اپنا تعارف ان الفاظ میں کرایا ''میں قدامت پرست سنی اور صوفی ہوں۔ تصوف کو مذہب کا جوہر سمجھتا ہوں اور تصوف کا ماحصل میرے نزدیک جذبۂ عشق ہے۔'' (۷) آپ سلسلہ عالیہ قادریہ میں حضرت شاہ عبدالرزاق لکھنوی فرنگی محلی کے مرید تھے۔ ۱۹۱۷ء میں جب آپ کو فیض آباد جیل سے بند گاڑی میں نئی جگہ منتقل کیا گیا تو رات کو خواب میں مرشدِ کریم نے تسلی دی اور بتایا کہ آپ کو لکھنؤ جیل منتقل کیا گیا ہے۔ آپ جتنے دن لکھنؤ جیل میں رہے ہر رات خواب میں مرشدِ کریم کی زیارت نصیب رہی۔ (۸) درج ذیل غزل میں انہی واقعات کی طرف اشارہ ہے۔

اک خلش ہوتی ہے محسوس رگِ جاں کے قریب   آن پہنچے ہیں مگر منزلِ جاناں کے قریب
حشر میں اپنے گناہوں سے مجھے خوف ہو کیا   ان کی رحمت بھی تو ہے منزلِ عصیاں کے قریب
لپٹے اس ڈھب سے کہ پھر ہو نہ جدا خاک مری   کہیں پہنچے بھی تو اس گوشۂ داماں کے قریب
لکھنؤ آنے کا باعث یہ کھلا آخر کار   کھینچ لایا ہے دل اک شاہدِ پنہاں کے قریب
وہ جو ہیں پاس تو مجلس بھی ہے اک باغ ہمیں   کامرانی بھی نمودار ہے حرماں کے قریب
روز ہو جاتی ہے رویا میں زیارت حسرتؔ   آستانِ شۂ رزاق ہے زنداں کے قریب (۹)

مولانا حسرت موہانی کو غوث الاعظم حضرت شیخ سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ (۱۰۷۸ء۔ ۱۱۶۶ء) کے ساتھ زبردست عقیدت تھی۔ آپ کی درجنوں غزلیں اس عقیدت کی آئینہ دار ہیں۔ بعض قادری خانوادوں میں وظیفے کے طور پر پڑھی جانے والی آپ کی درج ذیل غزل تو اس حوالے سے ایک شاہکار کا درجہ رکھتی ہے۔

دستگیری کا طلبگار ہوں شیئاً للہ   میرِ بغداد میں ناچار ہوں شیئاً للہ
حالِ دل شرم سے اب تک نہ کہا تھا لیکن   آج میں درپئے اظہار ہوں شیئاً للہ
کرمِ خاص کے لائق تو نہیں میں پھر بھی   آپ کا حاشیہ بردار ہوں شیئاً للہ
آپ ہی سنئے کہ اب اور کہوں میں کس سے   بستۂ دامن سرکار ہوں شیئاً للہ
مجھ سے اب دین کی پستی نہیں دیکھی جاتی   غلبۂ کفر سے بیزار ہوں شیئاً للہ
پائے رفتن ہے نہ ہے ہند میں جائے ماندن   سخت مشکل میں گرفتار ہوں شیئاً للہ
جلوۂ پاک نظر آئے تو بر آئے مراد   تشنۂ شربتِ دیدار ہوں شیئاً للہ
کیا کروں میری دعا بھی تو نہیں ہے مقبول   میں کہ اک فردِ گنہ گار ہوں شیئاً للہ

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

غوثِ اعظم سے جو مانگو گے ملے گا حسرتؔ　　پس کہو ''حاضرِ دربار ہوں شیئاً للہ''(۱۰)

حضرت شاہ عبدالرزاق رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے بعد مولانا حسرت موہانی نے ان کے صاحبزادے حضرت شاہ عبدالوہاب رحمۃ اللہ علیہ کی بیعت کرلی۔ ؎

کیا چیز تھی وہ مرشد وہاب کی نگاہ　　حسرتؔ کو جس نے عارفِ کامل بنا دیا(۱۱)

سابرمتی جیل میں آپ کو اولیاءِ کرام کا جو فیض حاصل ہوا اس کا تذکرہ یوں کرتے ہیں۔ ؎

چلی سابرمتی میں آج کیا ہی　　نسیمِ رحمت و فضلِ الٰہی
جمالِ التفاتِ شاہِ جیلاں　　ہوا پیدا بشانِ کج کلاہی
بیک دم دے دیا دینا تھا جو کچھ　　دکھا دی شانِ حسنِ کم نگاہی
شہ عبدالصمد کا واسطہ تھا　　نہ کیونکر سرِ حق کھلتا کماہی
دلِ حسرتؔ ہوا معمورِ انوار　　شہ رزاق دیتے ہیں گواہی(۱۲)

آپ نے گیارہ حج کیے اور بارہ مرتبہ مدینہ منورہ کی حاضری کی سعادت پائی۔ جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بارہا آپ کو خواب میں اپنی زیارت کا شرف بخشا۔ جولائی ۱۹۴۶ء میں آپ مسلم لیگ کونسل کے اجلاس میں شرکت کے لیے بذریعہ ہوائی جہاز بمبئی گئے۔ دورانِ سفر آپ نے مولانا جمال الدین عبدالوہاب (المعروف جمال میاں) فرنگی محلی (۱۹۱۹ء۔ ۲۰۱۲ء) سے کہا ''سنئے صاحب! پاکستان تو مل جائے گا۔ اب آئندہ کی فکر کرنا چاہئے۔'' مولانا جمال میاں نے پوچھا کہ ''آپ کو یہ کیسے یقین ہے کہ پاکستان مل جائے گا'' فرمانے لگے کہ ''میں نے خواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی ہے اور حافظ کے دیوان سے تفاول کیا تو شعر بھی نہایت مناسب نکلا اور حافظ کی اس غزل پر میں نے تضمین بھی کر دی ہے۔'' اور اسی وقت ڈائری سے درج ذیل اشعار سنائے۔ ؎

جب کہے خواب میں خود آ کے وہ شاہِ خوباں　　جب کہ حافظؔ بھی مصدق ہو بہ فالِ دیواں
تجھ کو حسرتؔ یہ مبارک سند و مہر و نشاں　　پردہ بردار کہ تا سجدہ کند جملہ جہاں
طاقِ ابروئے تو محرابِ جہاں خواہد بُود

(مورخہ ۱۸ مارچ ۱۹۴۶ء)

اگلے دن کونسل کے اجلاس میں راست اقدام کی تجویز پیش ہوئی تو مولانا حسرت موہانی نے اس تجویز میں یہ ترمیم پیش کی کہ پاکستان کے لیے آئین ساز اسمبلی قائم کی جائے اور آئین پاکستان کی تیاری شروع کر دی جائے۔ قائدِ اعظم نے یہ ترمیم پیش کرنے کی اجازت نہ دی۔ جب آپ کے بار بار کے اصرار کے باوجود آپ کو اجازت نہ ملی تو مولانا جمال میاں نے آپ سے کہا کہ جب لوگ یہ بات نہیں سننا چاہتے تو آپ کیوں مُصر ہیں؟ آپ نے مولانا

جمال میاں کو مخاطب کر کے ارشاد فرمایا کہ ''مجھے ان لوگوں کی مخالفت سے تعجب نہیں مگر حیرت ہے کہ آپ بھی مجھ سے بیٹھ جانے کو کہہ رہے ہیں حالانکہ میں آپ کو سب کچھ بتا چکا ہوں۔'' (۱۳)

قیامِ پاکستان کے بعد ہم نے آئین سازی کے نام پر ایک طویل وقت ضائع کیا۔ اگر یہ کام مولانا حسرت موہانی کی تجویز کے مطابق بروقت شروع ہوتا اور قائدِ اعظم کی رہنمائی میں انجام دیا جاتا تو ہمارے پاس ملکی نظام چلانے کے لیے زیادہ بہتر اور زیادہ بروقت آئین موجود ہوتا اور بار بار کے مارشل لاؤں سے بھی ہم بچ گئے ہوتے۔

مولانا حسرت موہانی کی عظیم روحانی قابلیت کو مدِ نظر رکھتے ہوئے آپ کے مرشد نے آپ کو سلسلہ قادریہ او چشتیہ میں خلافت سے نوازا۔

مولانا حسرت موہانی کارزارِ سیاست میں:

مولانا حسرت موہانی ہماری تحریکِ آزادی کے ایک عظیم رہنما تھے۔ آپ نے تحریکِ آزادی میں اپنا کردار پوری جرأت اور ایمانداری سے نبھایا۔ ؎

ایکہ نجاتِ ہند کی دل سے ہے تجھ کو آرزو　　ہمتِ سربلند سے یاس کا انسداد کر　(۱۴)

آپ نے علی گڑھ کالج سے تعلیم حاصل کرنے کے باوجود علی گڑھ تحریک کے سیاست سے کنارہ کش رہنے کے نظریئے سے اختلاف کیا اور عملی سیاست میں حصہ لینے کی وکالت کی۔ آپ نے مئی ۱۹۰۴ء میں انڈین نیشنل کانگریس (۱۸۸۵ء) کے بمبئی سیشن میں مندوب کی حیثیت سے شرکت کر کے عملاً میدانِ سیاست میں قدم رکھا۔ اگلے برس آپ نے آل انڈیا انڈسٹریل کانفرنس میں شرکت کی اور سودیشی تحریک کے مبلغ بن گئے۔ آپ ہند میں سودیشی تحریک کے بانیوں میں شمار کیے جاتے ہیں اور آپ اس تحریک کو ملک کی صنعتی ترقی کے لیے ناگزیر خیال کرتے تھے۔ آپ کا نقطۂ نظریہ تھا کہ مقامی مصنوعات استعمال کر کے انگریزوں کی معیشت کو تباہ کیا جا سکتا تھا۔ ۱۹۱۳ء میں آپ نے موہان میں مقامی مصنوعات کا ایک سٹور بھی قائم کیا۔ ۱۹۰۶ء میں آل انڈیا مسلم لیگ قائم ہوئی تو اس کے تین مقاصد متعین کئے گئے تھے۔

۱۔ مسلمانوں کے درمیان انگریز حکومت سے وفاداری کا احساس پیدا کرنا اور حکومت کے اقدامات اور ارادوں کے حوالے سے مسلمانوں کے ذہنوں میں موجود غلط فہمیوں کو دور کرنا

۲۔ ہندوستان کے مسلمانوں کے سیاسی حقوق اور مفادات کا تحفظ کرنا اور ان کی ضروریات اور خواہشات کے حوالے سے حکومت کے سامنے ان کی نمائندگی کرنا۔

۳۔ لیگ کے مقاصد پر سمجھوتہ کیے بغیر مسلمانوں کے اندر دیگر قومیتوں کے خلاف ابھرنے والی عداوت کو بڑھنے سے روکنا۔ (۱۵)

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

انگریزوں سے وفاداری چونکہ آل انڈیا مسلم لیگ کے منشور کا بنیادی جزو تھی اس لیے مولانا حسرت موہانی اس سے دور رہے۔ ۱۹۱۳ء میں مسلم لیگ نے اپنے منشور میں تبدیلی کرتے ہوئے حکومت خود اختیاری کا مطالبہ کیا۔ اس مرحلہ پر مولانا حسرت موہانی نے مسلم لیگ میں باقاعدہ شمولیت اختیار کر لی اور آنے والے وقتوں میں مسلم لیگ کے اندر مختلف اہم عہدوں پر خدمات سر انجام دیں۔ ۱۹۲۳ء میں آپ دو سال کے لیے آل انڈیا مسلم لیگ کے صدر منتخب ہوئے۔ مسلم لیگ کے پروگرام اور پالیسی کی تشہیر کے لیے آپ نے ملک کے طول و عرض کے دورے کیے، دیہاتوں تک پہنچے، جلسوں سے خطابات کیے اور کانفرنسوں کی صدارت کی۔ جاگیرداروں اور وڈیروں کی مسلم لیگ کو عوامی جماعت بنانے میں آپ کا کردار بہت تابناک ہے۔

مولانا حسرت موہانی نے تحریکِ خلافت میں بھی بھرپور حصہ لیا لیکن دیگر خلافتی قائدین (۱۶) کے برعکس ہمیشہ شریعت کی حدود کے اندر رہ کر کام کیا۔

مولانا حسرت موہانی ایک سادگی پسند انسان تھے اور عام آدمی کی طرح ریل کے تھرڈ کلاس ڈبے میں سفر کرتے تھے۔ آپ نے ۱۹۲۳ء میں خلافت کانفرنس کی صدارت کے لیے بمبئی کا سفر کیا تو حسبِ معمول تھرڈ کلاس ہی کا ٹکٹ لیا۔ مولانا شوکت علیؓ (۱۸۷۳ء۔ ۱۹۳۸ء) نے اصرار کیا کہ آپ بی اماں (۱۸۵۰ء۔ ۱۹۲۴ء) کے ساتھ سیکنڈ کلاس میں خلافت فنڈ سے سفر کریں لیکن آپ خلافت فنڈ کو اپنی ذات کے لیے استعمال کرنے پر راضی نہ ہوئے اور تھرڈ کلاس میں ہی سفر کیا۔ (۱۷)

حجازِ مقدس پر سعودی قبضے کے خلاف جدو جہد:

عبدالعزیز ابن سعود نجدی (۱۸۷۵ء۔ ۱۹۵۳ء) نے انگریزوں کی مدد سے ۱۹۲۶ء میں حجازِ مقدس پر حملہ کر کے قبضہ کر لیا اور صحابہ کرام و اہلِ بیت عِظام رضی اللہ عنہم کے مزارات شہید کر دیئے۔ دنیا بھر کے مسلمانوں نے اس واقعہ پر اپنے غم و غصے کا اظہار کیا۔ سعودی نجدی سرکشی کے خلاف جدو جہد کا آغاز کرنے کے لیے ہندی مسلمانوں نے انجمن خدام الحرمین قائم کی۔ مولانا حسرت موہانی اس کے بانیوں میں سے ایک تھے۔ آپ نے لکھنؤ میں منعقدہ آل انڈیا حجاز کانفرنس سے صدارتی خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

> آج کے اجتماع کا خاص مقصد اس کے سوا اور کچھ نہیں کہ ابن سعود اور اہلِ نجد کے ہاتھوں سرزمین حجاز میں مقابر اور مساجد کی بالقصد بے حرمتی اور جو ناشائستہ حرکات اس وقت تک سرزد ہو چکی ہیں ان کی نسبت ہم اپنی بے زاری کا ایک قطعی اور آخری اعلان کر دیں۔ اور چونکہ نجدیوں کی وحشت اور بربریت کے محرک ان کے مذہبی عقائد ہیں جن پر وہ سختی کے ساتھ قائم ہیں اور رہیں گے اور جن کے وثوق پر وہ تخریبِ حرم کو بہ کمال بے باکی تطہیرِ حرم کے نام سے موسوم کرتے ہیں اس لیے آئندہ کے لیے بھی ان سے کسی بہتر طرزِ عمل کی توقع نہ رکھتے ہوئے صاف صاف کہہ دیں کہ مقاماتِ مقدسہ پر ان کی حکومت یا اقتدار کو ہم کسی حیثیت سے اور کسی حالت میں منظور یا گوارہ نہیں کر سکتے۔ (۱۸)

تصانیف:

مولانا حسرت موہانی نے درجِ ذیل تصانیف یادگار چھوڑی ہیں۔

☆ کلیاتِ حسرت موہانی (۱۳ دواوین کا مجموعہ) ☆ شرح دیوانِ غالب
☆ نکاتِ سخن (مشتمل بر متروکاتِ سخن، معائبِ سخن و محاسن سخن)
☆ مشاہداتِ زندان (پہلی قیدِ فرنگ کی سرگزشت) ☆ انتخابِ سخن (گیارہ جلدیں)

مولانا حسرت موہانی کی وفاتِ حسرت آیات:

مولانا جمال میاں فرنگی محلی بیان کرتے ہیں کہ:

۱۳ مئی ۱۹۵۱ء کو ساڑھے تین بجے صبح مجھے ان (مولانا حسرت موہانی) کے داماد سید عبدالسمیع صاحب نصرت موہانی نے خبر دی کہ مولانا کی حالت بہت نازک ہے۔ جب میں پہنچا تو پلنگ کے گرد ان کے اعزا گریہ وزاری میں مصروف تھے۔ مولانا کی سانس اکھڑ رہی تھی۔ انہوں نے مجھ کو پہچانا اور اعزا کی طرف اشارہ کر کے بمشکل کہا کہ ''ان سے کہیے یہ کوئی نئی بات نہیں ہو رہی ہے۔'' یہ ان کا آخری کلام تھا اس کے بعد درود یا استغفار پڑھنے کا اندازہ ان کے لبوں کی جنبش سے ہوتا تھا۔ اسی دن ۱۲ بجے دوپہر کو انہوں نے رحلت فرمائی۔ بعد مغرب باغ مولانا انوار میں نمازِ جنازہ ہوئی اور وہیں دفن ہوئے۔

حواشی:

۱۔ حسرت موہانی، کلیاتِ حسرت موہانی، حسرت موہانی میموریل لائبریری اینڈ ہال ٹرسٹ کراچی، ۱۹۹۷ء، ص ۳۵۵
۲۔ ڈاکٹر محمد ضیاء الدین احمد (۱۸۷۶ء۔ ۱۹۴۸ء) نے ایم اے او کالج میں لیکچرار، پروفیسر اور پھر بطور پرنسپل خدمات سر انجام دیں۔ بعد ازاں علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے وائس چانسلر اور ریکٹر بھی رہے۔ تعلیمی خدمات کے ساتھ ساتھ آپ نے ہندوستانی سیاست میں بھی بھرپور کردار ادا کیا۔ آپ نے ہندو مسلم اتحاد کی کبھی بھی حمایت نہیں کی۔ آپ نے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ (۱۸۵۶ء۔ ۱۹۲۱ء) کی رہنمائی میں دو قومی نظریے کی ترویج کے لیے بہت اہم کردار ادا کیا۔ تحریکِ ترکِ موالات کے دوران مولانا محمد علی جوہر اپنے احباب کے ہمراہ آپ کے پاس حاضر ہوئے اور مطالبہ کیا کہ آپ یونیورسٹی کا حکومت کے ساتھ الحاق ختم کر دیں اور سرکاری امداد لینا بند کر دیں۔ آپ نے انہیں اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے ایک فتویٰ کی کاپی دکھائی اور کہا کہ اس کا مستند جواب لے آئیں تو آپ کا مطالبہ مانا جا سکتا ہے مگر وہ ایسا نہ کر سکے۔ اس طرح آپ نے علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کو ہندی قومیت کی نذر ہونے سے بچایا۔ آپ نے یونیورسٹی کے اساتذہ اور طلبہ کے نظریات کو دو قومی نظریے کی طرف موڑ کر قیامِ پاکستان کی راہ ہموار کی۔ (محمد علی چراغ، اکابر تحریکِ پاکستان، سنگِ میل پبلی

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

کیشنز لاہور، ۲۰۰۳ء، ص ۴۵۸ تا ۴۶۵)

3-Ahmad Saeed and Khawaja Mansoor Sarwar, Trek to Pakistan (Lahore: Al Fouzi Publishers, 2012), 314-315.

۴۔ کلیات حسرت موہانی بحوالہ سابقہ، ص ۱۷۷ ۵۔ ایضاً، ص ۲۴۹ ۶۔ ایضاً، ص ۴۱۶

اس نعت میں درج ذیل اولیاء کرام کا تذکرہ ہے

غوث الاعظم سید عبدالقادر جیلانی، سید عبدالصمد احمد آبادی، شاہ عبدالوہاب فرنگی محلی، شاہ عبدالرزاق فرنگی محلی، شاہ عبدالرزاق بانسوی (۱۶۳۸ء۔ ۱۷۲۴ء)، شاہ عبدالولی فرنگی محلی، اور مولانا انوار الحق فرنگی محلی۔ (رحمۃ اللہ علیہم)

۷۔ ایضاً، ص ۶۴ ۸۔ ایضاً، ص ۱

۹۔ ایضاً، ص ۲۹۴ (باغ سے مراد درگاہ شریف ہے جو ''باغ مولانا انوار'' کے نام سے مشہور ہے)

۱۰۔ ایضاً، ص ۲۳۹ ۱۱۔ ایضاً، ص ۳۴۱ ۱۲۔ ایضاً، ص ۳۶۲ ۱۳۔ ایضاً، ص ۴۳

۱۴۔ ایضاً، ص ۱۵۸

15-Ishtiaq Hussain Qureshi, The Struggle for Pakistan (Karachi: University of Karachi, 1987), 31.

۱۶۔ تحریک خِلافت کے دیگر قائدین {مولانا محمد علی (۱۸۷۸ء۔ ۱۹۳۱ء)، مولانا شوکت علی (۱۸۷۳ء۔ ۱۹۳۸ء)، مولانا عبدالباری فرنگی محلی (۱۸۷۸ء۔ ۱۹۲۶ء)، ابوالکلام آزاد، عبدالماجد دریا آبادی (۱۸۹۲ء۔ ۱۹۷۷ء) وغیرہم} نے اس تحریک کے دوران شریعت اِسلامیہ کی شدید خلاف ورزیاں کیں۔ سیدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ اور آپ کے خلفاء نے خلافتی قائدین کو روکنے کی بھرپور کوشش کی۔ جس کے نتیجے میں مولانا محمد علی اور مولانا شوکت علی نے صدر الافاضل مولانا سید نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ (۱۸۸۷ء۔ ۱۹۴۸ء) کے دست حِق پرست پر توبہ کی جب کہ مولانا عبدالباری نے حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ (۱۸۷۵ء۔ ۱۹۴۳ء) کے ہاتھ پر توبہ کی سعادت پائی۔ تفصیلات کے لیے دیکھئے: محمد مسعود احمد، تنقیدات وتعاقبات، مکتبہ نبویہ لاہور، ۱۹۸۸ء۔

۱۷۔ سید اشتیاق اظہر، سید الاحرار، مولانا حسرت موہانی میموریل سوسائٹی کراچی، ۱۹۸۸ء، ص ۳۲

۱۸۔ ایضاً، ص ۳۳۲

جنازہ، بادشاہ اور میت

ایک قابلِ نصیحت قصہ

ظفر محمود قریشی

بادشاہ سلطان مراد نے ایک رات بڑی گھٹن اور تکلیف میں گزاری، لیکن وہ اس کا سبب نہ جان سکا، اس نے اپنے سیکیورٹی انچارج کو بلایا۔ اور اس کو اپنی بے چینی کی خبر دی۔ بادشاہ کی عادت تھی، کہ وہ اکثر بھیس بدل کر عوام کی خفیہ خبر گیری کرتا تھا۔ ایک دن اُس نے اپنے گارڈ سے کہا! چلو چلتے ہیں اور کچھ وقت لوگوں میں گزارتے ہیں۔ جب بادشاہ اپنے گارڈ کے ساتھ سفر کرتا ہوا شہر کے ایک کنارے پر پہنچا تو دیکھا ایک آدمی گرا پڑا ہے۔ بادشاہ نے اسے ہلا کر دیکھا تو پتہ چلا کہ وہ مردہ انسان تھا۔ لوگ اس کے پاس سے گزرے جا رہے تھے لیکن کوئی اُس کی طرف دیکھ بھی نہیں رہا تھا۔

بادشاہ نے لوگوں کو آواز دی کہ ادھر آؤ۔ اُس کی آواز پر لوگ جمع ہو گئے لیکن وہ بادشاہ کو پہچان نہ سکے۔

لوگوں نے پوچھا!! کیا بات ہے؟ بادشاہ نے کہا!!

یہ آدمی مرا ہوا یہاں پڑا ہے اس کو کسی نے کیوں نہیں اٹھایا؟ کون ہے یہ اور اس کے گھر والے کہاں ہیں؟

لوگوں نے کہا! یہ زندیق شخص ہے۔ بڑا شرابی اور زانی آدمی تھا!!! بادشاہ نے کہا!!

کیا یہ اُمت محمدیہ میں سے نہیں ہے؟ لوگ بادشاہ کے اس سوال پر ایک دوسرے کو دیکھنے لگے۔

چلو اس کو اٹھاؤ اور اس کے گھر لے چلو بادشاہ نے حکم دیا۔

پھر لوگوں نے اُس مردہ شخص کی لاش اٹھائی اور اُس کے گھر پہنچا دی۔

جب اُس کی بیوی نے خاوند کی لاش دیکھی تو رونے لگی۔ لوگ واپس چلے گئے۔ لیکن بادشاہ اور اس کا سیکیورٹی انچارج وہیں کھڑے عورت کا رونا سنتے رہے۔

وہ کہہ رہی تھی!! میں گواہی دیتی ہوں بیشک تو اللہ تعالیٰ کا ولی ہے اور نیک لوگوں میں سے ہے۔

''بادشاہ مراد'' اُس عورت کی یہ بات سن کر بڑا متعجب ہوا۔

یہ کیسے ولی ہوسکتا ہے؟ (بقیہ: صفحہ نمبر ۳۷)

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

حُسنِ انتخاب

محمد راشد رؤف عطاری المدنی

(بانی و سرپرست الکنز انٹرنیشنل سکول سسٹم، رہنما تحریک علماء اہلسنت واہ کینٹ)

قارئین کرام! ایک مدّتِ دراز سے عالم اسلام اور بالخصوص مسلمانانِ پاکستان بہت کرب، اذیت اور پریشانی کی زندگی گزار رہے ہیں۔ پوری دنیا میں مسلمانوں پر عرصۂ حیات تنگ کیا جا رہا ہے۔ فلسطین، شام، برما اور کشمیر میں ظلم و بربریت کے نئے باب رقم کیے جا رہے ہیں۔ ہر طرف سے مصیبتوں کے پہاڑ مسلمانوں کے سروں پر توڑے جا رہے ہیں۔ عجیب بات ہے کہ وہ کُفار جن کا رشتہ نہ خدا سے ہے اور نہ ہی خدا کے نبیوں اور رسولوں علیہم السلام سے وہ متحد اور ہم جو خدا و مصطفیٰ ﷺ پر ایمان لانے والے ہیں وہ ایک دوسرے کے خون کے پیاسے ہیں۔ آج دینی و دُنیاوی ہر میدان میں ہم پستی کا شکار ہیں۔ آج ہمارے اس ''اسلامی جمہوریہ پاکستان'' میں بھی عجیب حال ہے۔ یہاں عزت والے ذلیل اور ذلیل و خوار معزز و محترم سمجھے جا رہے ہیں۔ فرقہ واریت سے لے کر دہشت گردی اور کرپشن و جرائم سے لے کر فسق و فجور تک عام اور آسان ہے۔ عوام اذیت و کرب میں جبکہ اشرافیہ عیاشیوں میں مبتلا ہیں۔ جناب ایسا کیوں ہے؟ ہم فرقوں میں کیسے بٹ گئے۔ آج ہم پر ہمارے ہی مُلک میں ظلم کیوں ہو رہا ہے......؟

اگر اس کیوں کے پیچھے غور کیا جائے تو ہماری ہی نالائقیاں ہیں۔ ہم جسے اپنا روحانی پیشوا منتخب کرتے ہیں، جسے اپنا اُستاد بناتے ہیں اور جس کے ہاتھ میں ہم اپنے ملک کی باگ دوڑ تھماتے ہیں وہ کون لوگ ہیں؟ ہم کسے اپنا رہنما اور لیڈر منتخب کر رہے ہیں، وہ کون ہے؟ کیا کرتا ہے؟ اور آگے چل کر ہمارے ساتھ کیا کرے گا؟ ہمیں کیا پڑی ہے اتنا سوچنے اور سمجھنے کی۔ بس جس پر دل آ گیا، جو ہماری برادری کا ہوا، جسے ہمارے کسی نام نہاد بڑے نے منتخب کر لیا، جس سے ہماری زبان ملتی جُلتی نِکل آئی بس وہ ہمارا پیشوا اور وہی ہمارا لیڈر اور اُس کی پارٹی ہماری پارٹی۔ ہم بارہا اِن تلخ تجربات سے گذر چکے ہیں کہ ایک پارٹی میں شامل ہوئے بڑے زور و شور سے تحریک چلائی، رات دِن ایک کیے، اپنی پارٹی کے لیڈر کو مائی باپ سمجھا، اس کے لیے لڑائی جھگڑے کیے، قربانیاں دیں، ووٹ مانگے اور جو وہی ہمارا منتخب نمائندہ برسرِاقتدار آیا تو پھر الاماں الحفیظ وہی ظلم و بربریت، وہی شور و شر، پھر کیا ہو؟ پارٹی تبدیل کر لی، نیا لیڈر چُن لیا اور پھر وہی پُرانی روش برقرار ہو گئی۔

اب بھائی مار پڑ رہی ہے تو ہم روتے کیوں ہیں؟ قارئین محترم! مسلمانوں نے اِسی دُنیا میں بے مثال ترقی و عروج پایا اور ساری دُنیا پر حکومت کی آخر کیسے......؟ جی ہاں اپنے حُسنِ انتخاب سے۔ ساری دُنیا روتی رہی، نفس و شیطان جال بچھاتے رہے لیکن جب وفا شعاروں اور ''عقلمند'' انسانوں نے اللہ رب العزت کو بطورِ معبود اور محمد ﷺ کو بطور رسول برحق اپنے لیے منتخب کر کے دِل و جان سے تسلیم کیا۔ محبت و خلوص کی انتہاؤں تک پہنچے تو عزت و حکومت نے بڑھ کر اِن کے قدم چُوم لیے اور پھر وہ وقت یاد کیجئے جب ہمارے آقا ﷺ کا وصالِ ظاہری ہوا۔ ایک قیامت تھی جو اُن شمعِ نبوت کے پروانوں پر ٹوٹ پڑی، بڑے بڑے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم صدمات سے نڈھال و بے حال ہو گئے۔ اللہ کے نبی ﷺ ہادیٔ کامل پردہ فرما گئے۔ اب کون تھا جسے متفقہ طور پر صحابہ رضی اللہ عنہم و اہلبیت رضی اللہ عنہم نے اپنا لیڈر، اپنا ہادی اور خلیفہ اول منتخب فرمایا؟ اور کیوں اِنہی کو منتخب فرمایا گیا؟

جی ہاں وہ ذات جو تمام صحابہ رضی اللہ عنہم و اہلبیت رضی اللہ عنہم کا حُسنِ انتخاب ٹھہری وہ ذات حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی تھی۔ روئے زمین پر سب سے بہترین و عقلمند لوگوں کا حُسنِ انتخاب۔ لیکن کس وجہ سے؟ کیا برادری کی وجہ سے؟ زبان کی وجہ سے؟ علاقہ یا کسی قوم و قبیلہ کی وجہ سے؟ نہیں...... ہرگز نہیں۔ یہی تو وہ بات ہے جس کی وجہ سے وہ عزتوں اور رفعتوں سے ہمکنار ہوئے اور آج ہم ذلتوں کی پستیوں میں جا پڑے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے پیشِ نظر بطور لیڈر یہ چیز تھی کہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ایمان میں کامل، متقی و پرہیزگاروں کا سرتاج اور عاشق صادق تھے۔ ان کی وفائیں، ان کی قربانیاں اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے ہر شے سے بڑھ کر محبت اور مسلمانوں سے محبت چہار دانگ عالم میں مشہور و مقبول تھی۔ قارئین کرام: یہ وہ حُسنِ انتخاب تھا جس نے اسلام کو مضبوطی اور مسلمانوں کو سکون و قرار بخشا۔ کفر مغلوب اور حق غالب ہوا۔ اسی حُسنِ انتخاب کی بدولت شیر اور بکری نے ایک گھاٹ پر پانی پیا، عورتوں، بوڑھوں اور بچوں کو مکمل تحفظ بخشا، ملتِ اسلامیہ خوب پھلی اور پھولی اور نِیل کے ساحل سے لے کر تا بخاکِ کاشغر اسلام کا بول بالا ہوا۔ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے لے کر خلافتِ راشدہ کے اختتام تک حُسنِ انتخاب کی ضوفشانیاں بالکل واضح ہیں۔ پھر وہ وقت بھی یاد کیجئے جب مسلمان مسلمان کا گلا کاٹنے پر تُلا ہوا تھا۔ دونوں طرف سے بہت سا خون بہہ چکا تھا کہ نواسۂ رسول جگر گوشۂ بتول حضرت امامِ حسن رضی اللہ عنہ کا حُسنِ تدبّر، حُسنِ انتخاب میں ڈھلا اور ہر طرف سکون و اطمینان کا دور دورہ ہوا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے بطور خلیفہ جلیل القدر صحابی حضرت سیدنا امیرِ معاویہ بن سفیان رضی اللہ عنہ کو منتخب فرمایا اور یہ وہ حُسنِ انتخاب تھا جس کی داد برسوں پہلے ایڈوانس میں اللہ کے حبیب ﷺ دے چکے تھے۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

قارئین کرام! غور کیجئے آج ہمارے منتخب نمائندے اور پارٹیاں کون سی ہیں؟ یاد رکھیئے انسان کی سب سے بڑی کوالٹی اس کا ایمانِ کامل اور عشقِ رسول ﷺ ہے۔ جب یہ چیزیں اندر ہوں تو پھر ہر کام آسان ہوتا چلا جاتا ہے۔ صلاحیتیں نکھر کر سامنے آتی ہیں۔ اللہ سے سچی محبت کرنے والا کبھی بھی اللہ کی مخلوق کا بُرا نہیں سوچ سکتا۔ اس طرح عشقِ رسول ﷺ کے جوہرِ کامل سے فکرِ اُمت کا گوہر پیدا ہوتا ہے اور پھر اصلاحِ اُمت کے پھول ہر طرف کِھل اُٹھتے ہیں۔ ہم آج جو ظلم وستم کا شکار ہیں تو وہ اسی وجہ سے کہ نہ تو ہم محبتِ الٰہی ومحبتِ مصطفیٰ ﷺ میں مخلص ہیں اور نہ ہی ہمارے بنائے ہوئے ہمارے لیڈر۔ تو پھر نتیجہ تو بالکل واضح ہے یعنی مکمل تباہی و بربادی لیکن اب ہمیں سوچنا ہوگا اور یہ بات اچھی طرح سمجھنی ہوگی کہ ہمیں مخلص عاشقانِ مصطفیٰ ﷺ کو منتخب کرنا ہوگا۔ اپنی محبتوں، پیسوں، توانائیوں اور ووٹ کا درست استعمال سیکھنا ہوگا۔ ہمیں اپنے پرائے اور اچھے بُرے میں تمیز کرنا ہوگی۔ ہمیں اپنی پارٹی ایک آخری دفعہ ہمیشہ کے لیے بدلنی ہوگی۔ ہمیں صرف اور صرف ان لوگوں کو اپنا لیڈر، مربی اور شیخ بنانا ہوگا جو اللہ اور اُس کے رسول ﷺ کے چُنیدہ لوگ ہیں۔ وہی جنہیں صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی دینی، دُنیاوی اور اُخروی معاملات کو حل کرانے کے لیے منتخب فرمایا۔ آج ہمیں ممتاز قادری رحمۃ اللہ علیہ جیسے مخلص، نڈر عاشقانِ رسول ﷺ اور باعمل و باکردار لوگوں پر مشتمل پارٹی کو اپنی پارٹی بنانا ہوگا۔ الحمدُ لِلّٰہ! ایسے مخلص عاشقانِ رسول ﷺ سامنے آچکے ہیں اور کمر ٹھونک کر میدانِ عمل میں اُتر چکے ہیں۔ طبل جنگ بج چکا ہے۔ ''اے مردِ مجاہد جاگ ذرا اب وقتِ شہادت ہے آیا''۔

قارئین محرم! یہ ماہ وسال ہمارے لیے بہت اہم ہیں۔ ان میں ہم نے تعلیماتِ اسلام سے قریب ہونا ہے اور ہر فورم اور ہر محاذ پر ''لبیک یارسول اللہ ﷺ'' کی صداؤں کو بُلند کرنا ہے اور اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے اسی شعر کی عملی تصویر بننا ہے۔

اِنہیں مانا اِنہیں جانا نہ رکھا غیر سے کام　　　لِلّٰہ الحمد! میں دُنیا سے مسلمان گیا

قارئین! چرب زبانوں کی چرب زبانیاں، الفاظ واندازِ بیان کے سحر اور مادی آسائشوں کی چکا چوند ہمیں راہ سے بھٹکا رہی ہے۔ ایسے وقت میں ہمیں مخلص عاشقانِ رسول ﷺ کی اشد ضرورت ہے۔ آپس کے ذاتی نوعیت کے اختلافات کو دُور بھگائیے، ایک مشن اور ایک نعرے پر اکٹھے ہو جائیے۔

''لبیک یارسول اللہ ﷺ، لبیک یارسول اللہ ﷺ''

آمین بجاہِ النبی الامین ﷺ

تبصرہ کتب

تبصرہ نگار: افضل شاہد اعوان

''ماہنامہ فیضان مدینہ'' صفحات ۶۴ ہدیہ عام ۳۵، اعلیٰ ۶۰ ناشر: عالمی مدنی مرکز فیضان مدینہ پرانی سبزی منڈی کراچی

اسلام کی ترویج و اشاعت کے لیے چار بنیادی مضبوط ستون ہیں۔ ۱۔ علمائے کرام ۲۔ مساجد۔ ۳۔ مدارس۔ ۴۔ لٹریچر۔ یہ چاروں آپس میں باہم مربوط بھی ہیں اور لازم وملزوم بھی لیکن ان چاروں میں بھی لٹریچر کا شعبہ سب سے زیادہ اہم ہے۔ کتب وسائل کے علاوہ الیکٹرانک اور پرنٹ میڈیا عہد حاضر میں ایک بہت ہی طاقتور اور مؤثر ذریعہ ہے۔ صحافت کے میدان میں مجلاتی صحافت کی اہمیت اپنی جگہ مسلم ہے۔ اس وقت ملک بھر میں ہزاروں کی تعداد میں ہفت روزے، پندرہ روزے، ماہنامے اور سہ ماہی مجلے شائع ہو رہے ہیں۔ تقریباً دو سو سے زائد مجلے اہل سنت و جماعت کے چھپ رہے ہیں۔ ان میں سے اکثر غیر معیاری ہیں نیز ان کی اشاعت کی تعداد بھی بہت محدود ہے۔ کئی معیاری مجلے بھی اشاعت پذیر ہو رہے ہیں لیکن سرکولیشن ان کی بھی کم ہے۔ اب اس میدان میں ہماری مایہ ناز اور قابل فخر تنظیم دعوت اسلامی نے قدم رکھا ہے اور ماہنامہ ''فیضان مدینہ'' جاری کیا ہے۔ دعوت اسلامی مایوسی اور ناامیدی کے ان حالات میں امید کی کرن نہیں امید کا چراغ ہے۔ دعوت اسلامی کی خوبی یہ ہے کہ جو بھی کام وہ کرتی ہے وہ انتہائی منظم اور عمدہ طریقے سے سرانجام دیتی ہے۔ ماہنامہ ''فیضان مدینہ'' بھی انتہائی غور وغوض کے بعد جاری کیا گیا ہے۔ جنوری اور فروری ۲۰۱۷ کے دو شمارے میرے سامنے ہیں۔ دیدہ زیب رنگین ٹائٹل ہے، ورق معیاری، کمپوزنگ اور ڈیزائننگ بہت خوبصورت ہے۔ مضامین بہت عمدہ اور دلچسپ ہیں۔ بہت سے متفرق عنوانات کی وجہ سے قارئین کی دلچسپی قائم رہے گی۔ چھوٹے چھوٹے مضامین کا انتخاب بہت اچھی بات ہے۔ اس لیے کہ طویل مضامین سے عام قارئین اکتا جاتے ہیں۔ مختصر مضامین کی وجہ سے تقریباً پینتیس متفرق عنوانات شامل اشاعت ہیں۔ بیک وقت دو ایڈیشن شائع کیے گئے ہیں۔ ایک سادہ عام کاغذ پر اور دوسرا رنگین اعلیٰ کاغذ پر ہے چونکہ دعوت اسلامی کا حلقہ بڑا وسیع ہے نیز ہر رکن اس کا کارکن بھی ہے۔ پھر امیر اہل سنت حضرت مولانا محمد الیاس عطار قادری دامت برکاتہم العالیہ خود بھی اور دیگر ذمہ داران بھی ہر وقت پڑھنے پڑھانے کی تلقین کرتے رہتے ہیں۔ اس لیے یقین کامل ہے کہ یہ ہر ماہ لاکھوں کی تعداد میں شائع ہوگا اور اس پر ہم ناز کرسکیں گے۔ امید ہے ان شاء اللہ آنے والے وقت میں یہ دنیا کے مختلف ملکوں سے مختلف زبانوں میں بھی بیک وقت شائع ہوگا۔ یہ اتنی بلندیوں پر پہنچے گا کہ اپنے سب معاصرین مجلات کو پیچھے چھوڑ جائے گا۔ اب یہ مجلس منتظمہ کی ذمہ داری ہے کہ اس کی دلچسپی اور ندرت کو ہر حال میں قائم رکھے۔ یہ ماہنامہ ہر سنی گھرانے کی اور ہر سنی فرد کی ضرورت ہے۔ اسے ضرور خریدیں اور استفادہ کریں۔ یہ دعوت اسلامی کے ہر شہر میں موجود مکتبوں سے بھی حاصل کیا جاسکتا ہے نیز اضافی ڈاک خرچ کے ساتھ برائے راست بھی مرکز سے منگوایا جاسکتا ہے۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com